31

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

11 اگست 2004ء — 24 جمادی الثانی 1425ھ

www.tanzeem.org

مجلس شوریٰ کی تشکیل

اسلام مکہ معظمہ میں ایک تحریک کی حیثیت سے اٹھا تھا۔ تحریکوں کے مزاج کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ جو لوگ سب سے پہلے آگے بڑھ کر ان کو لبیک کہتے ہیں وہی لیڈر کے رفیق، دست و بازو اور مشیر ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام میں بھی جو سابقین اولین تھے وہ بالکل ایک فطری طریقے پر نبی ﷺ کے رفیق اور مشیر قرار پائے، جن سے آپ ہر ایسے معاملے میں مشورہ کرتے تھے جس میں خدا کی طرف سے کوئی صریح حکم آیا ہوا نہ ہوتا تھا۔ پھر جب اس تحریک میں نئے نئے آدمیوں کا اضافہ ہونے لگا اور مخالف طاقتوں سے اس کی کشمکش بڑھتی گئی تو ایسے لوگ خود بخود نمایاں ہوتے چلے گئے جو اپنی خدمات، قربانیوں اور بصیرت و فراست کی بنا پر جماعت میں ممتاز تھے۔ ان کا انتخاب ووٹوں سے نہیں بلکہ تجربات اور آزمائشوں سے ہوا تھا جو الیکشن کی بہ نسبت زیادہ صحیح اور فطری طریق انتخاب ہے۔ اس طرح مکہ چھوڑنے سے پہلے ہی دو قسم کے لوگ نبی ﷺ کی مجلس شوریٰ کے رکن بن چکے تھے۔ ایک سابقین اولین، دوسرے وہ آزمودہ کار اصحاب جو بعد میں جماعت کے اندر نمایاں ہوئے۔ یہ دونوں گروہ ایسے تھے جن کو نبی ﷺ کی طرح تمام مسلمانوں کا اعتماد بھی حاصل تھا۔

پھر مدنی معاشرے میں دو قسم کے لوگ اور اُبھرنے شروع ہوئے۔ ایک وہ جنہوں نے آٹھ دس برس کی سیاسی، فوجی اور تبلیغی مہمات میں کارہائے نمایاں انجام دیئے حتیٰ کہ ہر معاملے میں انہی کی طرف لوگوں کی نگاہیں اٹھنے لگیں۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے قرآن کے علم و فہم اور دین میں فقاہت کے اعتبار سے ناموری حاصل کی حتیٰ کہ عوام الناس نبی ﷺ کے بعد علم دین میں انہی کو سب سے زیادہ معتبر سمجھنے لگے اور خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہ فرما کر ان کو سند اعتبار عطا کی کہ قرآن فلاں شخص سے سیکھو، اور فلاں نوعیت کے مسائل میں فلاں شخص کی طرف رجوع کرو۔ یہ دونوں عناصر بھی مجلس شوریٰ میں بالکل ایک فطری انتخاب سے شامل ہوتے چلے گئے اور ان میں بھی کسی کے لئے ووٹ لینے کی حاجت پیش نہ آئی۔ ووٹ اگر لئے بھی جاتے تو اس معاشرے میں ان کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس پر مسلمانوں کی نگاہِ انتخاب پڑتی۔

اس طرح نبی ﷺ کے زمانے میں وہ مجلس شوریٰ بن چکی تھی جو بعد کو خلفائے راشدین کی مشیر قرار پائی، اور وہ دستوری روایات بھی مستحکم ہو چکی تھیں جن کے مطابق آگے چل کر ایسے نئے لوگ اس مجلس میں شامل ہوتے گئے جنہوں نے اپنی خدمات اور اعلیٰ درجے کی ذہنی صلاحیتوں کے ذریعہ سے قبولِ عام حاصل کر کے اس مجلس میں اپنی جگہ پیدا کی۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اهل الحل والعقد (باندھنے اور کھولنے والے) کہا جاتا تھا اور جن کے مشورے کے بغیر خلفائے راشدین کسی اہم معاملے کا فیصلہ نہ کرتے تھے۔ ان کی آئینی حیثیت کا صحیح اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد چند اصحاب نے حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہو کر خلافت قبول کرنے کی درخواست کی تو آپؓ نے فرمایا: ''یہ معاملہ تمہارے فیصلہ کرنے کا نہیں ہے یہ تو اہل شوریٰ اور اہلِ بدر کا کام ہے۔ جس کو اہلِ شوریٰ اور اہلِ بدر پسند کریں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پس ہم جمع ہوں گے اور اس معاملے پر غور کریں گے''۔

ماخذ : اسلامی ریاست

تحریر : سید ابو الاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

مسلم سوڈان: خدا خیر کرے!

عبادتِ ربّ
حقیقی مفہوم اور تقاضے

نادیدہ و شنیدہ

اسلام ہے محبوس
مسلمان ہے آزاد

رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب

جرائم کا البم

قرآن کالج کا فلسفہ

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 75تا77)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

’’اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس (روپوں کا) ڈھیر امانت رکھ دو تو تم کو (فوراً) واپس دے دے۔ اور کوئی اس طرح کا ہے کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک اس کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو تو تمہیں دے ہی نہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں کے بارے میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ اللہ پر محض جھوٹ بولتے ہیں اور (اس بات کو) جانتے بھی ہیں۔ ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ کا) تقویٰ اختیار کرے تو اللہ متقی لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں اُن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اُن سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ اُن کو پاک کریگا۔ اور اُن کو دُکھ دینے والا عذاب ہوگا‘‘۔

اہل کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ڈھیروں مال و دولت بطور امانت رکھ دو گے تو وہ تمہیں پورا پورا لوٹائیں گے یعنی اُن کے اندر امانت دار لوگ موجود ہیں۔ اور انہی میں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر تم اُن کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں واپس نہ دیں گے الا یہ کہ تم اُن کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ یوں یہود و نصاریٰ کا عام کردار بھی واضح کر دیا اور اُن میں بعض لوگوں کی اچھائی کا بھی اقرار کر لیا۔ اصل میں اس کردار کے لوگ عیسائیوں میں موجود تھے۔ یہودیوں میں ایسے لوگوں کی تعداد برائے نام تھی۔ چونکہ ذکر اہل کتاب کا ہو رہا تھا' لہٰذا دونوں کا نام آ گیا۔

یہودیوں میں یہ گھٹیا کردار کیوں در آیا؟ یہ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُمیین کے بارے میں ہم پر کسی طرح کی ملامت نہیں' ہم جو چاہیں اُن کے ساتھ کریں' ہمیں اجازت ہے۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ تورات میں نہیں ہے' البتہ تالمود میں ہے' جو ان کی شرعی تفصیلات (فقہ) کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہودی کے لئے یہودی سے جھوٹ بولنا حرام ہے' البتہ غیر یہودی سے جیسے چاہو جھوٹ بولو' اُن کا مال جس طرح چاہو ہڑپ کر جاؤ' غیر یہودیوں (Gentiles) کو جیسے چاہو دھوکہ دو' تمہارے اوپر کوئی مواخذہ نہیں ہے' اس لئے کہ یہ جو غیر یہودی ہیں یہ انسان نہیں ہیں بلکہ انسان نما حیوان ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانا ہمارا اسی طرح کا حق ہے جس طرح ہم گھوڑے کو تانگے میں جوت کر اور بیل کو ہل میں جوت کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تو ان حیوانوں سے ہم جو چاہیں کام لے لیں' اُن کا مال اُن کی رضامندی سے لیں یا لوٹ لیں' ہماری کوئی پکڑ نہ ہوگی اور نہ کوئی مواخذہ ہوگا۔

مسلمانوں کے خلاف اُن کی نفرت کی بنیاد یہی عقیدہ ہے کہ غیر یہودیوں کے ساتھ جس طرح کا ظلم و زیادتی بھی کرو' وہ جائز ہے اور اس بارے میں یہودیوں سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اس طرح کی جھوٹی باتیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں' حالانکہ وہ خود اور ان کے صاحب علم لوگ حقیقتِ حال سے اچھی طرح واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔

بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو حقیر سی قیمت پر فروخت کر دیا اور اپنی قسموں کی قیمت وصول کرتے رہے' یعنی اپنے جھوٹ کو قسمیں کھا کھا کر سچ بتاتے رہے' لوگوں کو من گھڑت اور جھوٹی باتیں بتا کر اُن سے دنیا کا مال حاصل کرتے رہے وہ جان لیں کہ یہ مال دنیا کا حقیر سا نفع ہے مگر انجام کار یہ انہیں عذاب سے دوچار کرے گا۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں' اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی نہیں فرمائے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اُن کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ ہی اُن کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ مضمون سورۃ البقرہ کے پچیسویں رکوع میں بھی آ چکا ہے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

مسلمان کے چھ اوصاف

فرمانِ نبویؐ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ہلاک اور تباہ ہونے دیتا ہے۔ جس نے اپنے بھائی کی حاجت پوری کی' اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پوری کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان سے سختی اور مصیبت کو دور کیا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناک سختیوں میں سے کسی سخت مصیبت کو اس سے دور کر دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے عیب کو چھپایا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا‘‘۔

اداریہ

مسلم سوڈان: خدا خیر کرے!

پاکستان اور ایران میں تو امریکی استعمار نے اپنے اپنے انداز میں چکری چلا ہی رکھی ہے اور دونوں مسلم ملکوں کے خلاف بار بار الزامات کی فہرست اسی لئے دہرائی جاتی ہے' لیکن اب بیچ میں مسلم سوڈان کو بغلی گھونسہ مار کر سلامتی کونسل کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا ہے۔ جمعہ 30 جولائی کو سلامتی کونسل نے امریکا کی پیش کردہ وہ قرارداد منظور کر لی جس میں حکومت سوڈان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اُس نے دارفر کے علاقے میں مظالم میں مصروف ملیشیا ''جنجوید'' کے خلاف تیس روز کے اندر اندر کوئی موثر کارروائی نہ کی تو اُسے بین الاقوامی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پندرہ رُکنی سلامتی کونسل کے تیرہ ارکان نے قرارداد کی حمایت کی' جبکہ پاکستان اور چین نے قرارداد پر ہونے والی رائے شماری کا بائیکاٹ کیا۔ امریکا کو سلامتی کونسل کے رکن ممالک کی شدید مخالفت کی وجہ سے قرارداد کے پہلے مسودے پر نظر ثانی کرنا پڑی تھی۔ اصل امریکی مسودے میں سوڈان کے خلاف پابندیاں عائد کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ امریکا نے بعض رکن ممالک کی مخالفت کی وجہ سے نظر ثانی شدہ مسودے میں پابندیوں کا ذکر خارج کر دیا۔ پاکستان کے نمائندے نے کہا کہ پابندیوں کے باوجود مسودہ دھمکی آمیز ہی ہے اور اس میں بیان کردہ اقدامات سے دارفر کے بحران کے خاتمے میں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ چین کے نمائندے کی بھی یہی رائے تھی۔

قرارداد منظور ہونے کے اگلے روز اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ سوڈان کی اقتصادی امداد میں پہلے ہی کمی کی جا چکی ہے اور تازہ قرارداد آنے کے بعد امداد بالکل روک دی گئی ہے۔ اُدھر قرارداد کے حامی رُکن فرانس نے فوری طور چاڈ میں موجود اپنی فوج کو سوڈان کی سرحد پر تعینات کر دیا ہے تاکہ عرب ملیشیا جنجوید کی ممکنہ مداخلت کو روکا جا سکے۔ امریکا اور اس کے حواری ملکوں کا کہنا ہے کہ سوڈانی حکومت عرب ملیشیا جنجوید کو اسلحہ دے رہی ہے جو ''دہشت گردی'' کے واقعات میں ملوث ہے' تاہم سوڈان کی حکومت نے ان الزامات کی تردید کی ہے اور سلامتی کونسل کی منظور کردہ قرارداد کو اندرونی معاملات میں مداخلتِ بے جا قرار دیا ہے۔

دارفر مغربی سوڈان کا وہ علاقہ ہے جس کی سرحدیں جنوب مشرق میں چاڈ اور شمال مشرق میں لیبیا سے ملتی ہیں۔ اس علاقے میں مسلم عرب قبائل اور افریقی نسل کے عیسائی باشندے ایک دوسرے سے اُلجھتے رہتے ہیں۔ نسلی اور مذہبی منافرت کی وجہ سے خانہ جنگی ہوتی رہتی ہے۔ کبھی دب جاتی ہے اور کبھی پھر عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ چاڈ اور لیبیا بھی سوڈان کی طرح اسلامی سربراہ کانفرنس کی تنظیم کے رکن ہیں۔ یہ دونوں ملک عرب مسلم قبائل کی درپردہ حمایت کرتے رہے ہیں' خصوصاً لیبیا کی جانب سے ماضی میں ان کی عسکری امداد بھی ہوتی رہی۔ جب سے لیبیا کے صدر معمر قذافی نے امریکا کے مطالبات تسلیم کئے ہیں اور اپنے ایٹمی پروگرام سے دست بردار ہونے کا وعدہ کر کے امریکا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے' امریکا کو سوڈان سے انتقام لینے کا موقع مل گیا ہے۔

سوڈان ایک عرصے تک امریکا کے خلاف اسامہ بن لادن کی خفیہ سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ افغانستان میں روسی افواج کے خلاف چھاپہ مار لڑائی لڑنے کے لئے اسامہ افغانستان منتقل ہونے سے پہلے سوڈان ہی میں مقیم تھے۔ سوڈان کی حکومت عراق کے صدر صدام حسین کی قریبی حلیف تھی۔ خرطوم میں ایک دواساز فیکٹری کو 20 اگست 1998ء کو امریکا نے کروز میزائل سے تباہ کر دیا تھا۔ امریکا کا خیال تھا کہ یہ فیکٹری اسامہ بن لادن کے سرمایے سے چل رہی ہے اور اس میں جراثیمی اسلحہ تیار کیا جاتا ہے۔

چار کروڑ آبادی والے سوڈان کے اندرونی حالات خاصا پیچیدہ ہیں۔ خصوصاً دارفر کا معاملہ پیچیدہ تر ہے۔ وہاں کی مسلم آبادی حسن الترابی کے طرف دار ہیں۔ حسن ترابی اسلام پسند شخصیت ہیں' مسلم ممالک کی وحدت کے قائل ہیں اور ملک میں اسلام کی تجدید و احیاء کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ 1989ء میں جب موجودہ صدر لیفٹننٹ جنرل عمر حسن احمد البشیر فوجی بغاوت کر کے برسر اقتدار آئے تھے تو حسن ترابی اُن کے مددگار تھے' لیکن بعد ازاں حسن البشیر نے انہیں نظر بند' اور اب کچھ عرصے سے قید میں ڈال رکھا ہے۔ جب دارفر کے مسلم قبائل کو نفاذ اسلام اور حسن ترابی کی رہائی کا مطالبہ پورا ہوتا نظر نہ آیا تو گزشتہ برس انہوں نے سوڈانی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے۔ اس جنگ میں غیر مسلم افریقی قبائل اپنے دیرینہ تعصبات کی بنا پر مسلم قبائل کے بالمقابل آ گئے۔ غیر مسلم قبائل کو اقتصادی اور عسکری امداد چاڈ کے راستے امریکا اور فرانس فراہم کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ مسلم قبائل نے مسلح مجاہدین (جنجوید) کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جب خانہ جنگی کی شکل یہ ہو گئی تو حکومت سوڈان کو 'جنجوید' کی خفیہ حمایت کرتے ہوئے اسلحہ فراہم کرنا پڑا۔ جنجوید کی مسلح کارروائیوں کے سبب دس لاکھ عیسائی قبائل کو چاڈ میں پناہ لینی پڑی۔

مجاہدین کی یہ ادا' جس کے پیچھے امریکا کو اسامہ ہی اسامہ نظر آتا ہے' امریکا کو کیسے پسند آ سکتی تھی' وہ معاملہ سلامتی کونسل میں لے گیا اور سوڈان کی حکومت کے لئے تیس روز کی مہلت لے کر بین الاقوامی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گیا ہے۔ وزیر خارجہ پاول فوراً مصر پہنچ گئے ہیں تاکہ سوڈان کے شمال میں واقع اپنے اس حلیف ملک کو سوڈان کے خلاف جنگی کارروائی کی صورت میں اپنا فوجی اڈہ بنا سکیں۔ اب سوڈان کے صدر حسن البشیر کے لئے دو راستے کھلے ہیں۔ یا تو امریکا کے آگے گھٹنے ٹیک دیں یا پھر اپنے سابق دوست حسن الترابی کو فوری طور پر رہا کر کے اسلام پسند مجاہدین کی قوت کو اپنی قوت کے ساتھ متحد کریں' کیونکہ اتحاد میں برکت ہے۔ پہلی صورت میں اُن کی اور اُن کے اقتدار کی عارضی نجات ہے۔ دوسری صورت میں اُمت مسلمہ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہونے کی نوید رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
13	5 تا 11 اگست 2004ء 18 تا 24 جمادی الثانی 1425ھ	31

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق ۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

عراق میں اسلامی ممالک کی فوج

سعودی عرب نے پچھلے ہفتے یہ تجویز پیش کی ہے کہ عراق میں پُرتشدد کارروائیاں روکنے کے لئے ''اسلامی فوج'' تعینات کی جائے جس میں پاکستان' ملائیشیا' الجزائر' بنگلہ دیش اور مراکش کے فوجی شامل ہوں۔ یعنی اس بین الاقوامی اسلامی فوج میں عراق کے پڑوسی ممالک میں سے کسی کی فوج حصہ نہ لے۔ مگر پاکستان سمیت متعلقہ اسلامی ممالک میں اس سعودی تجویز کو پذیرائی نہیں ملی خصوصاً پاکستان میں جس کے دو شہری عراقی ملیشیا نے بے رحمی سے قتل کر ڈالے۔

زیادہ تر اسلامی ممالک کا کہنا ہے کہ اگر اقوام متحدہ کی زیر نگرانی فوج عراق روانہ کی جائے تو وہ اس میں اپنے فوجی شامل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر محض امریکا کی درخواست پر کوئی بھی اسلامی ملک اپنی فوج عراق نہیں بھیج رہا کیونکہ متعلقہ حکومت کو علم ہے' سب عوام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

بہرحال اگر مستقبل میں کسی قسم کی اسلامی فوج عراق میں تعینات ہو جائے' تو ماہرین کے نزدیک یہ خوش آئند امر ہوگا کیونکہ یہ فوج امریکیوں اور برطانیوں کی جگہ لے گی جنہیں عراقی حملہ آور اور ظالم سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ اسلامی فوج کے ساتھ ان کا رویہ مختلف ہوگا اور تب عراق میں امن کا ڈول ڈالا جا سکے گا۔

انڈونیشیا کے صدارتی انتخابات

5 جولائی کو ہونے والے انڈونیشیا کے صدارتی انتخابات کے سرکاری نتائج سامنے آ گئے ہیں۔ ان کے مطابق سب سے زیادہ ووٹ یعنی 33.57 فیصد ریٹائرڈ جرنیل' سوسیلو بمبانگ یودہونو نے حاصل کئے مگر وہ پچاس فیصد سے زائد ووٹ حاصل نہ کر سکے جو انڈونیشیا کا صدر بننے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اب 20 ستمبر کو انتخابات کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا اور ان انتخابات میں جنرل (ر) بمبانگ کا مقابلہ دوسرے نمبر پر آنے والی امیدوار انڈونیشیا کی موجودہ صدر میگاوتی سکارنو پتری سے ہوگا جنہوں نے 26.6 فیصد ووٹ حاصل کئے ہیں۔

پانچ جولائی کے انتخابات میں تقریباً بارہ کروڑ انڈونیشی لوگوں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں نئی حکومت کے سلسلے میں بہت جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ انتخابات کا دوسرا مرحلہ بھی جنرل (ر) بمبانگ جیت جائیں گے اور وہی انڈونیشیا کے صدر بنیں گے۔

حامد کرزئی بھی دوڑ میں

افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے بھی 9 اکتوبر میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا ہے۔ جناب کرزئی پشتون ہیں اور 2001ء کے آخر میں طالبان حکومت کے زوال پر امریکیوں نے انہیں اقتدار سونپا تھا کیونکہ وہ نہ صرف انگریزی روانی سے بولتے ہیں بلکہ امریکیوں کے ازحد قریب ہیں۔

افغانی صدارتی انتخابات میں ایک خاتون سمیت بیس امیدوار حصہ لے رہے ہیں۔ ان میں حامد کرزئی کے سب سے طاقتور معاصر یونس قانونی ہیں جنہوں نے حال ہی میں وزیر تعلیم کے عہدے سے استعفیٰ دیا ہے' کیونکہ قانون کے مطابق وزیر صدارتی انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا۔ یونس قانونی شمالی اتحاد کے اہم رہنما ہیں اور کئی معاملات میں ان کا حامد کرزئی سے اختلاف رہا ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ یونس قانونی کو وزیر دفاع محمد قاسم فہیم کی حمایت حاصل ہے' جس کی سرکردگی میں شمالی اتحاد نے طالبان کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ آج کل کابل میں مقیم

مغربی سفارتکاروں کے خیال میں جنرل فہیم حامد کرزئی کی پالیسیوں کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے' اسی لئے حامد کرزئی نے اسے اپنا ساتھی نہیں بنایا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا شمالی اتحاد حامد کرزئی کے مقابلے میں کسی ایک امیدوار کو سامنے لانے میں کامیاب ہو جائے گا؟ اس کے خلاف جنرل عبدالرشید دوستم بھی کھڑا ہو سکتا ہے جو ازبک نسل سے تعلق رکھتا ہے مگر ماضی میں اس شخصیت کا کردار منافقانہ رہا ہے اور یہ بہت جلد اپنے ساتھیوں سے دغا کر جاتا ہے۔ اس نے حامد کرزئی پر سخت تنقید کرتے ہوئے اکثر کہا ہے کہ وہ اقلیتوں کے مقابلے میں پشتونوں کو زیادہ مراعات دیتا ہے۔ بہرحال افغانیوں کی اکثریت کے نزدیک حامد کرزئی بہترین انتخاب ہے' جو نسلی بنیادوں پر تقسیم کو درست نہیں سمجھتے۔ کرزئی قندھار سے تعلق رکھتے ہیں' وہاں ان کا کلہ مضبوط نہیں' مگر ان کے پشتون ہونے کے باعث ماہرین کا خیال ہے کہ پشتونوں کی اکثریت انہیں ووٹ دے گی۔

اہل بھارت کے استفادے کے لئے

ڈاکٹر اسرار احمد کی تصانیف

''دعوت رجوع الی القرآن'' کے سلسلے میں دنیا کے گوشے گوشے سے' جہاں جہاں اردو پڑھی اور سمجھی جاتی ہے' محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تصانیف کی فرمائشیں آتی رہتی ہیں' جن میں بھارت کے مختلف شہر اور قصبات بھی شامل ہیں۔ اب 21 تا 29 اگست نئی دہلی میں ایک دھوم دھامی دسواں ''کتاب میلہ'' منعقد ہو رہا ہے' جس کا موضوع اس مرتبہ ''پاکستان'' مقرر ہوا ہے' اور اس مناسبت سے پاکستان کے چند دانشوروں اور ادیبوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے منتخب ناشرین کتب بھی اپنے اپنے سٹال لگائیں گے۔

کتاب میلہ' دہلی

اس کتاب میلے میں ''مکتبہ خدام القرآن'' بھی اپنی مطبوعات' جرائد اور سی ڈیز وغیرہ کا سٹال لگا رہا ہے۔ اہل بھارت کو دعوت ہے کہ ہمارے سٹال پر تشریف لائیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تصانیف' بھارت میں' وہیں کے وہیں حاصل کرنے کا یہ سنہری موقع ہے۔ ہمارے نمائندے شیخ رحیم الدین اور شاہد ندیم سٹال پر آپ کی خدمت کے لئے موجود ہوں گے۔

مکتبہ خدام القرآن' K-36' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 5869501-03 ای میل: markaz@tanzeem.org

☆ اللہ کی عبادت میں اطاعت اور محبت دونوں چیزیں شامل ہوں گی

☆ باطل نظام کی تبدیلی کے لئے جدوجہد کرنا فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے

☆ قرآن کی رُو سے انسان کی تخلیق اسی لئے کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے

☆ ہمارے ہاں آج عبادت کا نہایت محدود اور مسخ شدہ مفہوم رائج ہے

عبادتِ ربّ: حقیقی مفہوم اور اس کے تقاضے

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے 23 جولائی 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اس سال عید الاضحیٰ کے بعد سے اب تک جتنی مرتبہ یہاں خطاب جمعہ کا موقع ملا ہے' میں زیادہ تر عالمی اور ملکی حالات پر ہی گفتگو کرتا رہا ہوں۔ اگرچہ ان موضوعات کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے' لیکن میرے اور آپ کے لئے سب سے زیادہ اہم یہ امر ہے کہ ہماری اُخروی نجات کس شے میں ہے! میرے اردگرد حالات چاہے خراب سے خراب تر ہو جائیں' لیکن اگر میں اللہ کے ہاں نجات پا جاؤں تو میں کامیاب ہوں۔ اس کے برعکس اگر اسلام کا بہترین نظام بھی قائم ہو جائے لیکن میں بے عمل رہوں اور اللہ کے ہاں کامیاب نہ ہوں تو میں لازماً ناکام کہلاؤں گا۔ چنانچہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اسی لئے قرآن مجید میں سورۃ المائدۃ کی آیت 105 میں فرمایا گیا' جس سے کچھ غلط فہمی بھی بعض لوگوں کو ہوگئی کہ: ''اے ایمان والو! اپنی جان کا فکر تم پر لازم ہے۔ کسی اور کا گمراہ ہونا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم راہِ ہدایت پر ہوئے''۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں لوگ اس آیت کے غلط معنی لے رہے ہیں کہ شاید ہمارے اوپر دعوت و تبلیغ کی کوئی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔ وہ اپنی جگہ ایک فرض ہے' لیکن امکانی حد تک آپ کی تبلیغ اور دعوت کے بعد بھی اگر کوئی سیدھے راستے پر نہیں آتا تو اس کا کوئی وبال آپ پر نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے آج میں انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے واحد مطالبہ کے موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ایک لفظ میں اس کا خلاصہ نکالا جائے' جسے کہا جاتا ہے کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں' تو وہ لفظ ہے عبادت۔ سورۃ الذاریات کی آیت 56 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ میری عبادت کریں''۔

تمام انبیاء کرام کی دعوت جو قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں بڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہے' وہ یہی تھی کہ اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ صرف ایک فرق کے ساتھ یہی دعوت حضور ﷺ کی ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے تمام انبیاء و رسل صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث کئے گئے۔ لہٰذا وہاں کہا گیا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو''۔ کہیں اس میں یہ اضافہ ہوگیا کہ ''اللہ کی عبادت کرو اور میری اطاعت کرو''۔

اس عبادت کے لفظ کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ صدیوں کے زوال اور تنزل کی وجہ سے ہمارے ذہنوں میں یہ تصور قائم ہوگیا کہ عبادت سے مراد محض نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ یہ تصور نہ صرف محدود بلکہ مسخ شدہ بھی ہے۔ عبادت کا لفظ عبد سے بنا ہے۔ عبد غلام کو کہتے ہیں۔ فارسی میں اس کے لئے لفظ بندہ ہے۔ غلام اپنے آقا کی ملکیت ہوتا ہے۔ اس کے کوئی حقوق نہیں ہوتے۔ اسے ملازم پر قیاس نہ کریں۔ ملازمت تو مقررہ اور محدود اوقات کے لئے ہوتی ہے' جس میں کام کی نوعیت کا بھی تعین کر دیا جاتا ہے جبکہ غلامی ہمہ وقت اور ہمہ جہت ہوتی ہے۔ جو حکم دیا جائے' اسے پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ غلام کو آقا اگر رہنے کے لئے کوٹھڑی اور سونے کے لئے چارپائی دے دے تو وہ ان اشیاء کا مالک نہیں بن جاتا۔ عوام الناس پر غلامی اور بندگی کا مفہوم واضح نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ عبادات ہیں لیکن وہ کون سی عبادت ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔ ہم نماز چوبیس گھنٹے تو نہیں پڑھتے رہتے' روزے بارہ مہینے تو نہیں رکھتے' حج ہر سال تو نہیں کرتے! وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت عبادت دو چیزوں سے عبارت ہے۔ پہلی چیز کلی اطاعت ہے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ بندگی ہے۔ لیکن ایک بندگی مجبوری کی حالت میں ہوتی ہے۔ مصر میں بنی اسرائیل کی حالت کو بیان کرنے کے لئے قرآن مجید میں دو جگہ ''عبادت'' کا لفظ آیا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ فرعون کے دربار میں تشریف لائے تو اس نے بڑے مضحکہ خیز انداز میں کہا کہ: ''ان کی قوم تو ہماری عبادت گزار ہے''۔ چنانچہ یہ اطاعت تو تھی' لیکن جبری اور زبردستی کی اطاعت تھی۔ اللہ کی اطاعت' عبادت تب بنے گی جب یہ دلی آمادگی سے اور محبت کے جذبے سے کی جائے۔ جب ہم انگریز کے غلام تھے تو اگرچہ اس کی اطاعت کرنے پر مجبور تھے لیکن اس سے محبت ہرگز نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ کی عبادت میں اطاعت اور محبت دونوں چیزیں شامل ہوں گی۔ حافظ ابن قیمؒ نے عبادت کی جو تعریف کی ہے' اس کے مطابق عبادت دو بنیادوں کو جمع کرنے سے بنتی ہے: اللہ سے انتہا درجے کی محبت اور انتہا درجے میں اللہ کے سامنے بچھ جانا۔ یہ ہے اللہ کا ہم سے تقاضا! ایک لفظ عبادت کے اندر کیا کچھ پنہاں ہے!

اب یہ جان لیجئے کہ عبادات کا اس سے کیا تعلق ہے۔ اس عظیم عبادت کے لئے آپ کو کوئی مدد چاہئے۔ آپ نے ایک دفعہ تو طے کر لیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی بندگی کروں گا' لیکن پھر آپ بھول گئے اور نفس کی بندگی شروع کر دی' کسی فرعون کی اطاعت کرنے لگے۔ چنانچہ آپ کو یاد دلاتے رہنے کے لئے نماز ہے۔ ہر رکعت میں ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کے ذریعے تجدید عہد ہو رہی ہے۔ پھر عبادتِ رب کے خلاف سب سے بڑے دشمن یعنی نفس کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے روزہ دیا۔ مال کی محبت کم کرنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات فرض کئے' اور ان

ساری برکتوں کو حج میں جمع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا گیا' جس کا حج اللہ کے ہاں قبول ہو گیا اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ولادت ہوئی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ حج میں ذکر بھی ہے' احرام کی حالت میں نفس کے اوپر پابندیاں بھی ہیں' اس میں بہت سا پیسہ خرچ ہوتا ہے اور جسم پر مشقت بھی آتی ہے۔ چنانچہ یہ عبادات اصل میں اُس بڑی عبادت کے لئے ہمیں تیار کرتی ہیں۔ میرا پہلا نکتہ ختم ہوا۔

دوسرا نکتہ پہلے میں مضمر ہے۔ یہ عبادت اور اطاعت درحقیقت ہمہ تن' ہمہ وقت' ہمہ وجوہ درکار ہے۔ جزوی (partial) فرمانبرداری کو اطاعت نہیں کہا جا سکتا۔ اللہ کی عبادت تبھی ہو گی جب اللہ کے تمام احکام مانے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کچھ احکام مانے جائیں جبکہ کچھ کو چھوڑ دیا جائے تو تجزیہ کرنے پر معلوم ہوگا کہ جن احکام کی تعمیل کی گئی وہ ہمارے نفس کو پسند تھے جبکہ نفس پر بوجھ بننے والے احکام نظر انداز کر دیے گئے۔ لہٰذا دونوں حالتوں میں ہی درحقیقت نفس کی اطاعت کی گئی' اللہ کی نہیں۔ سورۃ البقرۃ میں تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''عبادت کرو اپنے اس رب کی جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو بھی پیدا کیا تاکہ تم بچ جاؤ''۔ یہاں ''تم سے پہلوں کو بھی پیدا کیا'' کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ دنیا میں سب سے بڑی گمراہی یہی رہی کہ فلاں چیز ہمارے آباء و اجداد سے چلی آ رہی ہے۔ تو کیا آباء و اجداد گمراہ نہیں ہو سکتے تھے! یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ حتمی چیز صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔ اسی کو اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی نافرمانی سے جبکہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو مثبت طور پر سورۃ البقرۃ کی آیت 208 میں کہا گیا: ''اے ایمان کے دعوے دارو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ''۔ یہاں 33 فیصد سے کامیابی نہیں ہو گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی سو فیصد اطاعت درکار ہے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں منفی انداز اختیار کرتے ہوئے سورۃ البقرۃ کی آیت 85 میں شدید ترین وعید آئی ہے: ''کیا تم ہماری اس کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کو نہیں مانتے!'' نماز پڑھتے ہو' لیکن سود سے باز نہیں رہتے جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے کہ اس میں ملوث فرد کے خلاف میری اور میرے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ یہ تضاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ آگے فرمایا: ''تو نہیں ہے سزا ان کی جو یہ حرکت کریں تم میں سے سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار کر دیے جائیں (جو کہ آج ہم ہیں' لیکن اس سے بھی بڑھ کر) اور قیامت کے دن وہ شدید ترین عذاب میں جھونکے جائیں گے''۔ لہٰذا زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے والے لیکن عملی طور پر اللہ کے احکام میں سے کچھ کو ماننے والے اور کچھ کو پاؤں تلے روند دینے والے شدید ترین عذاب کے مستحق ہوں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا: ''اور اللہ غافل نہیں ہے تمہارے اعمال سے''۔ وہ تمہاری داڑھیوں اور حلیوں سے دھوکہ نہیں کھائے گا۔ یہ بات واضح ہونے کے بعد اب موجودہ حالات پر آئیے۔

اس وقت ایک تو وہ مسلمان ہیں جنہیں شریعت کی فکر نہیں ہے' یا اگر ہے تو محض نماز' روزے کی ادائیگی تک۔ ان کی معاش اور معاشرت میں اسلام کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت میں ان کو علیحدہ رکھ رہا ہوں۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص شریعت پر امکانی حد تک سو فیصد عمل کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ سود میں بھی براہ راست ملوث نہیں ہے۔ شراب کا بھی قطرہ تک نہیں چکھا۔ رشوت کبھی نہیں لی.....لیکن اس کے باوجود اس کی اطاعت نامکمل اور عبادت ناقص ہے۔ کیوں؟ دراصل جس نظام کا میں اور آپ حصہ ہیں' وہ باطل کا نظام ہے۔ ہمارا سیاسی نظام سیکولر ہے۔ اللہ کے احکام اور اس کی شریعت نافذ نہیں ہے۔ معاشی نظام سارے کا سارا سود' جوئے اور لاٹری پر مبنی ہے۔ ملک میں فحاشی پھیل گئی ہے۔ ہم سب اس ماحول کا حصہ ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا جب کوئی شخص سود نہیں کھائے گا لیکن پھر بھی اس کا غبار اور دھواں اس کے اندر جائے گا۔ یہ دو الفاظ اس قدر حکیمانہ استعمال کئے گئے ہیں۔ اگر ہوا آلودہ ہو جائے تو کیا آپ ناک بند کر کے بیٹھ جائیں گے اور سانس نہیں لیں گے! تنفس کے ذریعے غبار لامحالہ آپ کے پھیپھڑوں میں جائے گا' حالانکہ آپ کو پتا ہے کہ یہ پھیپھڑے کے لئے نقصان دہ ہے۔ اسی طرح آج گندم کے ہر دانے کے اندر سود ہے کیونکہ اس کا بیج سودی قرضے سے خریدا گیا' اس کے لئے کھاد سودی قرضے سے حاصل کی گئی' کیڑے مار ادویات سودی قرضے سے لی گئیں' ٹریکٹر سودی قرضے پر ملا' ٹیوب ویل کی تنصیب سودی قرضے سے ہوئی۔ یہ ہے وہ دبدھا اور الجھاؤ کہ آج اپنے ذاتی افعال میں شریعت پر سو فیصد کاربند شخص بھی اجتماعی زندگی میں باطل نظام کی اطاعت کر رہا ہے۔ اس حوالے سے سورۃ المائدہ کے ساتویں رکوع میں تین مقامات پر ایک لفظ کے فرق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا واضح فیصلہ موجود ہے۔ چنانچہ آیت 44 میں فرمایا گیا: ''اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا' سو وہی لوگ کافر ہیں''۔ آیت 45 میں ارشاد ہوا: ''اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا' سو وہی لوگ ظالم ہیں''۔ آیت 47 کے مطابق: ''اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا' سو وہی لوگ فاسق ہیں''۔

اب اس کا حل کیا ہے؟ ایک شخص اکیلا نظام تو بدل نہیں سکتا۔ کیا کرے! کہیں اور بھی اسلام قائم نہیں ہے کہ وہاں ہجرت کر سکے۔ غور سے سنئے! ایک لفظ ہے کفارہ۔ گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اب جس گناہ میں ہم رہ رہے ہیں اور جو ہمارے اندر جا رہا ہے' اس کا کفارہ کیا ہے؟ سب سے پہلے تو اس نظام کو ذہناً تسلیم مت کیجئے بلکہ اس سے شدید نفرت رکھئے۔ حدیث میں اس شدید نفرت کا نام جہاد بالقلب ہے۔ پھر اس نظام کو serve نہ کیجئے۔ اس کی عدلیہ میں جج غیر اسلامی قانون کے مطابق فیصلے دے رہے ہیں۔ سول سروس اور فوج serve کر رہی ہے اس کو۔ اس کے بعد اس باطل نظام کے تحت اپنا نام پیدا کرنے اور دولت و جائیداد کے حصول کی تگ و دو نہ کیجئے۔ یہ تین تو منفی امور ہیں۔ مثبت طور پر یہ کوشش کیجئے کہ اپنی زندگی کو احتجاج کے انداز میں گزاریں' جیسے انسان جیل میں رہتا ہے۔ اپنی ضروریاتِ زندگی کو کم سے کم کرتے ہوئے اپنے وقت اور توانائی کو مزید پیسہ کمانے کے بجائے اس نظام کو تلپٹ کر کے اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں لگائیے۔ یہ کفارہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ اس نظام کے ساتھی اور اللہ کے باغی ہیں۔ باغی کی نماز' روزہ' حج قبول نہیں ہے۔ سورۃ المائدۃ کی آیت 68 میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ: ''(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ اے کتاب والو' تم کسی راہ پر نہیں جب تک قائم نہ کرو تورات اور انجیل کو اور جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اترا''۔ نظام باطل کے تحت زندہ رہنا بھی حرام ہے جب تک کہ آپ اس کو بدلنے اور اس کی جگہ پر نظام حق قائم کرنے کی جدوجہد نہ کر رہے ہوں۔ میں حرام حلال کی بھی ایک تشریح کیا کرتا ہوں۔ دیکھئے کوئی شخص سور کھا رہا ہے تو سب کہیں گے کہ یہ سور حرام ہے۔ دوسری طرف ایک شخص مرغی کا گوشت کھا رہا ہے' لیکن وہ مرغی اس نے کسی کی جیب کاٹ کر خریدی تھی۔ اب بتائیے وہ حلال کھا رہا ہے یا حرام؟ اسی طرح ڈاکوؤں کے کسی ڈیرے پر کوئی شخص کھڑا پہرا دے رہا ہے۔ وہ حرام کھا رہا ہے یا حلال؟ باطل نظام کے تحت سانس لینا بھی حرام ہے جب تک کہ آپ اس کے خلاف اور نظام حق کو قائم کرنے کے لئے کوشش نہ کریں۔ میں قائم کرنے کی کوشش کہہ رہا ہوں' عملاً قائم کرنا نہ میرے بس میں ہے نہ آپ کے بس میں! اس فرض کے ضمن میں اپنے آپ کو دھوکہ نہ دیں کہ ہم تبلیغ کر کے یا کوئی دارالاشاعت قائم کر کے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ جدوجہد ایک منظم جماعت کے بغیر ممکن نہیں ہے' کیونکہ نظام کو بدلنے کا مطلب انقلاب لانا ہے اور انقلاب ان چھوٹے موٹے کاموں سے نہیں آ سکتا۔ خون دیئے بغیر انقلاب آ سکتا تو حضرت محمد ﷺ کا انقلاب بغیر قطرۂ خون کے ہوتا ہے۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ سمجھیں کہ یہ کوئی اضافی نیکی کا کام نہیں بلکہ فرض عین

ہے...... اور میں جرأت کر کے کہہ رہا ہوں کہ اس کی فرضیت نماز سے بھی پہلے ہے۔ جب اسلام غالب ہو اور تمام فیصلے شریعت کے مطابق ہوں تو ایسی صورت میں سب سے پہلا فرض نماز ہو جائے گا لیکن جہاں نظام باطل ہے' وہاں پہلے اس کے خلاف جدوجہد فرض ہے۔

اگر یہ باتیں آپ پر واضح ہو گئی ہوں تو اب یہ کام آپ کا ہے کہ اپنے لئے کوئی جماعت تلاش کریں۔ جماعت کے بغیر یہ کام ہو نہیں سکتا۔ جن انبیائے کرام کو جماعت نہیں ملی' وہ کوئی نظام قائم کئے بغیر ہی دنیا سے چلے گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس چھ لاکھ کی نفری تھی' لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو ان میں سے صرف دو آدمی نکلے۔ لہٰذا کسی جماعت کا ہونا لازم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اتنی زیادہ جماعتیں ہیں' ہمیں کیا پتا کون سی ٹھیک جماعت ہے۔ میں سادہ جواب دیتا ہوں کہ جوتا خریدنے کی ضرورت ہو تو آپ یہ کہہ کر بیٹھ تو نہیں جاتے کہ کیا کریں' بارہ دکانیں ہیں۔ پتا نہیں کہاں ٹھیک ملتا ہے۔ اس کے بجائے آپ بازار جاتے ہیں اور قیمتوں کا موازنہ کر کے جوتا خریدتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کے نظام کو قائم کرنا فرض عین ہے اور یہ فرض جماعت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا تو جماعت تلاش کرنا آپ کا کام ہے۔ اگر کوئی جماعت نہیں ملتی تو خود کھڑے ہو کر جماعت بنانا آپ پر فرض ہو گا۔ جیسے نماز وضو کے بغیر نہیں' یہ فرض جماعت کے بغیر نہیں۔ یہ جماعت بیعت کے اصول پر قائم ہونی چاہئے۔ مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں تھا' وہ جاہلیت کی موت مرا''۔ لوگوں نے اس سے گریز کے بڑے راستے نکال لئے کہ ہم نے فلاں پیر کی بیعت کی ہوئی ہے۔ یہاں بیعت ارشاد مراد نہیں ہے بلکہ یہ بیعت اس جدوجہد کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے امیر کے ہاتھ پر ہو۔ اس کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ اگر تو اسلام کا نظام قائم ہے تو امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت ہو گی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو جو جماعت اس کے لئے کام کر رہی ہے' اس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت ہو گی۔ جماعت کی تلاش میں درج ذیل امور کو سامنے رکھنا چاہئے:

☆ سب سے پہلے تو اس جماعت کو واشگاف طور پر یہ اعلان کرنا چاہئے کہ اس کا نصب العین نظام کی تبدیلی ہے۔ اگرچہ اسلام کی دعوت' تبلیغ' دینی کتب کی اشاعت اور فی سبیل اللہ تقسیم' ناظرہ اور حفظ قرآن کے مدرسے بنانا' دار العلوم قائم کرنا سب کام اچھے ہیں لیکن یہ بات صریحاً بیان کر دینی چاہئے کہ ہمارا اصل مدعا اور مقصد اس باطل نظام کو تلپٹ کرنا اور اس کی جگہ پر اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔

☆ اس جماعت کا ڈسپلن نہایت مضبوط ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے میرے نزدیک بہترین طریقہ بیعت سمع و اطاعت کا ہے' جس کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔ اس ضمن میں بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ایک تفصیلی روایت کا ذکر ملتا ہے۔ اس موضوع پر میرا ایک کتابچہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

☆ ان سے پوچھنا چاہئے کہ آپ اسلام کو کس طریقے سے نافذ کرنا چاہتے ہیں! باطل کے نظام کو ختم کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے گا؟ بعض لوگوں کے نزدیک یہ مقصد الیکشن کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر ایسے مخلص لوگ بھی ہیں جو اس کے لئے جانیں دے رہے ہیں۔ انہیں آج کل دہشت گرد کہا جا رہا ہے۔ لیکن یہ راستے صحیح نہیں ہیں۔ میرے نزدیک اسلام کے نظام کو قائم کرنے کا طریقہ صرف سیرتِ محمدیؐ سے ماخوذ ہو گا' کیونکہ تمام نبیوں میں سے بھی صرف ایک ہی مرتبہ آنحضور ﷺ کے دست مبارک سے یہ نظام قائم ہوا۔

☆ اس جماعت کی قیادت کے قریب جا کر سونگھئے' میں نے قصداً سونگھنے کا لفظ استعمال کیا ہے' کہ اس سے خلوص کی خوشبو آتی ہے یا دنیا داری کا دھندا معلوم ہوتا ہے! قیادت کا اخلاص اور یقین بہت ضروری ہے' کیونکہ پیچھے چلنے والوں میں ہر طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کے پیچھے چلنے والوں میں منافق بھی تھے۔

اگر ان چار اعتبارات سے کسی جماعت کے بارے میں آپ کا دل ٹھک جائے تو اس میں شامل ہونا فرض ہے۔ عدم شمولیت سے آپ کے سارے کام کی نفی ہو جائے گی۔ اگر کوئی جماعت مطلوبہ معیار پر پوری نہیں اترتی اور آپ موجودہ تمام جماعتوں کو مسترد کر دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اپنے ذہن میں کوئی ایسا تصور ضرور موجود ہے جس کے حوالے سے آپ دوسروں کو پرکھ رہے ہیں' لہٰذا آپ خود کھڑے ہوں اور جماعت بنائیں۔ ایک امام' ایک مقتدی ہو تو جماعت کا حق ادا ہو جائے گا۔ محنت کیجئے' لوگ آئیں گے ہوتے ہوتے۔ آنحضور ﷺ کو ابتدائی دس سال میں صرف سو آدمی ملے تھے۔ جماعت سازی مولانا مودودیؒ' مولانا الیاسؒ' علماء دیوبند اور ڈاکٹر اسرار احمد کا خصوصی و امتیازی استحقاق نہیں ہے کہ صرف یہی لوگ ایسا کر سکتے ہیں بلکہ یہ ہر شخص کا حق ہے۔ جو میری تنظیم سے متفق ہو جائے' اس پر میرا ساتھ دینا فرض ہے۔ اگر متفق نہیں ہے تو کھڑا ہو اور مجھے بھی بتائے کہ میرے کام میں کیا غلطیاں ہیں! کس اعتبار سے یہ اسوۂ رسولؐ سے ہٹا ہوا ہے؟

حضرات! بین الاقوامی حالات کیا ہیں' پاکستان کا مستقبل کیا ہے' یہ اپنی جگہ بہت اہم مضامین ہیں لیکن میرے اور آپ کے لئے اصل مسئلہ یہ ہے۔ روز محشر اللہ کہے گا کہ تم دنیا میں میرے باغیوں کے وفادار رہے تھے۔ اس سے بڑی بغاوت دنیا میں کبھی نہیں ہوئی۔ آج اللہ کو انسانی زندگی سے نکال دیا گیا ہے۔ ہماری پارلیمنٹ میں' مارکیٹوں کے اندر حتیٰ کہ گھروں میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو روندا جا رہا ہے۔ اللہ کے خلاف یہ بغاوت اب بر و بحر میں ہو گئی ہے' تو نجات کا صرف ایک راستہ ہے...... اس بغاوت کے خلاف بغاوت!

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر میری بات صحیح ہے تو وہ آپ کے دل میں اتر جائے اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اگر میری بات غلط ہے تو اس کو مجھ پر واضح کریں کہ غلطی کیا ہے!

(مرتب: محمد خلیق)

رودادِ سخن

ہم صفیرو ہے بڑی دلسوز رودادِ چمن
دھول اُڑتی ہے وہاں پہ تجھے جہاں سرو و سمن

گلشنِ اسلام کے سب باغباں ہیں راہزن
نہریں کھودیں اس کی خاطر ہیں وہ عنقا کوہکن

نقشِ پائے مصطفیٰ ﷺ کو یہ کہیں طرزِ کہن
کفر کے نقشِ قدم پر ہیں سبھی یہ گامزن

جل گیا سارا نشیمن یوں چلی بادِ سموم
خون سے سینچیں جو اس کو پائیں وہ دار و رسن

ہیں یہ خائف ماسوا سے نامِ رب نوکِ زباں
بت فروشی کا سماں ہے چل دیئے سب بت شکن

آنے والا باغباں ہر دے گیا پہلوں کو مات
مالیوں کے روپ میں آئے یہاں پہ راہزن

جیسے کیسے بھی ہیں مولا نام لیوا ہیں ترے
لغزشوں سے درگزر کر اے خدائے ذوالمنن

ہے حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کہ ہو گا اب غزوۂ ہند
نعرۂ تکبیر سے گونجیں گے سب کوہ و دمن

شیطنت ہو جائے گی پھر سے ہزیمت کا شکار
پھر سے گونجیں گی اذانیں پھر سے مہکے گا چمن

بلبلیں چہکیں گی پھر سے کوئلیں نغمہ سرا
بارشیں برسیں گی رِم جھم سارا بدلے گا چلن

آئیں گی اس پہ بہاریں رونقیں ہوں گی بحال
پھر کھلیں گے پھول کلیاں اس پہ آئے گی پھبن

سحر ہوتی ہے یقیناً ہر شب دیجور کی
یہ ہے مبنی برحقیقت سن اویسی کا سخن

انجینئر عبد الرزاق اویسی' ٹوبہ

قرآن کالج کا فلسفیانہ پس منظر

(کالج کے سابق پرنسپل پروفیسر بختیار حسین صدیقی مرحوم کی ایک مفصل تحریر سے چند اقتباسات)

پروفیسر بختیار حسین صدیقی مرحوم

لاہور کالجوں کا شہر ہے۔ قرآن کالج ان میں سے ایک کالج نہیں' یہ ان کالجوں سے ایک بالکل مختلف کالج ہے۔ عام کالجوں میں عقلی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن کی تعلیم تو دی جاتی ہے' لیکن یہ سب کچھ سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر تبرک کے طور پر کیا جاتا ہے۔ عقلی علوم اسلام کے روحانی نقطۂ نظر کی بجائے بدستور مغرب کے مادی نقطۂ نظر سے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس طرح طالب علم کی شخصیت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اسے بیک وقت دو دنیاؤں میں رہنا پڑتا ہے۔ ایک وہ دنیا جو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے تحت عدم سے پیدا کی اور دوسری وہ دنیا جو اطالوی نشاۃِ ثانیہ کے دوران پہلے سے موجود بے جان مادے سے میکانکی قوانین کے تحت خود بخود بغیر کسی مقصد کے پیدا ہوئی۔ قرآن کالج میں قرآن کی تعلیم دینی لگن اور جذبے کے تحت دی جاتی ہے اور اس میں عقلی علوم بھی قرآن کے اپنے تصورِ کائنات اور اقدار کی روشنی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ قرآن اور عقلی علوم کے دھارے مختلف سمتوں میں نہیں بہتے بلکہ دونوں ایک ہی سمت میں بہتے ہیں اور طلباء میں وحدتِ فکر و کردار پیدا کرتے ہیں' جو تعلیم کا اصل مقصد ہے۔ خدا ناآشنا طبعی اور عمرانی علوم کو خدا آشنا بناؤ کہ نوعِ انسانی کی فلاح اسی میں مضمر ہے! ـــــ یہ ہے خلاصہ اس تعارفی تقریر کا جو 9 مئی 1986ء کو قرآن کالج کی تقریبِ تاسیس کے موقع پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور نے کی۔ یہی تقریر قرآن کالج کا منشور ہے۔

قرآن کالج 1987ء میں وجود میں آیا۔ اس قسم کے ایک نئے دارالعلوم یا ایک نئی یونیورسٹی کا تصور علامہ اقبال نے اپنے ایک لیکچر "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" (The Muslim Community-- A Socio logical Study) میں پیش کیا' جو 1910ء میں انہوں نے اسٹریچی ہال علی گڑھ میں دیا۔ علامہ اقبال کالجوں اور یونیورسٹیوں کی خالصتاً دنیوی تعلیم سے نالاں تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مکتبوں اور مدرسوں کی دینی تعلیم سے بھی غیر مطمئن تھے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا اصل مقصد ثقافتی ورثے اور قومی روایات کا تحفظ ہے۔ اس نقطۂ نظر سے انہوں نے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں پر نظر ڈالی. تو اس نتیجے پر پہنچے کہ:

> "موجودہ نسل کا نوجوان مسلمان قومی سیرت کے اسالیب کے لحاظ سے ایک بالکل نئے اسلوب کا ماحصل ہے جس کی عقلی زندگی کی تصویر کا پردہ اسلامی تہذیب کا پردہ نہیں ہے' حالانکہ اسلامی تہذیب کے بغیر میری رائے میں وہ صرف نیم مسلمان' بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس کی خالص دنیوی تعلیم نے اس کے مذہبی عقائد کو متزلزل نہ کیا ہو۔ اس کا دماغ مغربی حالات کی جولانگاہ بنا ہوا ہے...... اس نے اپنی قومی زندگی کے ستون کو اسلامی مرکزِ ثقل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے۔"

آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ:

> "مسلمانوں کو بے شک علوم جدیدہ کی تیز پا رفتار کے قدم بہ قدم چلنا چاہئے' لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی تہذیب کا رنگ خالص اسلامی ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایسی یونیورسٹی موجود نہ ہو جسے ہم اپنی قومی تعلیم کا مرکز قرار دے سکیں۔"

کالجوں اور یونیورسٹیوں کا نصاب اسلامی ثقافت کے منافی تھا۔ اسی طرح اسلامی مدارس کا نصاب جدید علوم سے بیگانہ تھا۔ اقبال ان دونوں انتہاپسندیوں کے مخالف تھے۔ امتِ وسطیٰ کا راستہ اعتدال کا راستہ ہے' نہ کہ انتہاپسندی کا راستہ۔ چنانچہ اسی لیکچر میں وہ کہتے ہیں کہ

> "ہندوستان میں اسلامی یونیورسٹی کا قائم ہونا ایک اور لحاظ سے بھی نہایت ضروری ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہماری قوم کے عوام کی اخلاقی تربیت کا کام ایسے علماء اور واعظ انجام دے رہے ہیں جو اس خدمت کی انجام دہی کے پوری طرح اہل نہیں ہیں' اس لئے کہ ان کا مبلغِ علم اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم کے متعلق نہایت محدود ہے۔ اخلاق اور مذہب کے اصول و فروع کی تلقین کے لئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ' اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائقِ عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہئے۔ الندوہ' علی گڑھ' مدرسہ دیوبند اور اس قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام کر رہے ہیں' اس بڑی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتے۔ ان تمام بکھری ہوئی تعلیمی قوتوں کا شیرازہ بند ایک وسیع تر اغراض کا مرکزی دارالعلم ہونا چاہئے' جہاں افرادِ قوم نہ صرف خاص قابلیتوں کو نشوونما دینے کا موقع حاصل کر سکیں' بلکہ تہذیب کا وہ اسلوب یا سانچہ تیار کیا جا سکے جس میں زمانہ موجودہ کے ہندوستانی مسلمان کو ڈھالنا چاہئے۔ پس یہ امر قطعی طور پر ضروری ہے کہ نیا مثالی دارالعلم قائم کیا جائے جس کی مسند نشین اسلامی تہذیب ہو اور جس میں قدیم و جدید کی آمیزش اعتدال س اصول پر کی گئی ہو۔"

اس مثالی یونیورسٹی کے تصور کی وضاحت اقبال نے ایک شعر میں بھی اس طرح کی ہے ؎

وہ علم کم بصری' جس میں ہمکنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

قرآن کالج اقبال کے مندرجہ بالا خواب کی تعبیر ہے۔

❁❁

"ندائے خلافت" کا آئندہ شمارہ نمبر 32' بابت 18 اگست 2004ء

"مسئلہ کشمیر نمبر"

ہوگا' جس کی تدوین اور تیاری میں ارکانِ عملہ شبانہ روز مصروف ہیں' لہٰذا جو شمارہ 11 اگست کو آنے والا تھا' وہ اب شائع نہیں ہوگا۔ "مسئلہ کشمیر" نمبر 32 اور نمبر 33 کا مشترکہ شمارہ ہوگا۔

مدیر انتظامی' ندائے خلافت

نادیدہ وشنیدہ

ایوب بیگ مرزا

26 جولائی کے روزنامہ ''نوائے وقت'' میں محترم رفیق ڈوگر نے ''قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم'' کے عنوان سے اپنے کالم ''دیدوشنید'' میں جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر ان کے درد اور جذبات کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ قاری کو کالم کا سر اور پیر جوڑنے میں خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سولہ سوا یکڑ سکیم سے اپنے کالم کا آغاز کر کے پھر مولوی جی پر برستے ہوئے انہوں نے تحریک پاکستان کے مخالفین پر اپنے کالم کا اختتام کیا ہے۔ علامہ اقبال ٹاؤن اور اس کے مختلف بلاکوں کی تاریخ سے میں چونکہ بالکل نابلد ہوں لہٰذا ان کے فرمودات من وعن قبول کرتا ہوں' البتہ کالم کے آخر میں اچانک انہوں نے اپنے نشتر نما قلم کا رخ ڈاکٹر اسرار احمد کی طرف کیا اور فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک جلسہ عام میں اعلان کیا ہے کہ پاکستان کا کاؤنٹ ڈاؤن شروع ہوگیا ہے۔ پھر یکدم اپنا رخ ڈاکٹر صاحب کے ایک مضمون ''رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بلاسوچے سمجھے یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب نہ آیا تو خدانخواستہ اس کے قائم رہنے کی وجہ جواز ختم ہوجائے گی۔ ڈوگر صاحب لکھتے ہیں کہ دشمن کے ایجنٹوں کا پہلا حربہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا اپنے ملک اور قوم کی بقا پر اعتماد متزلزل کر دیا جائے۔ ڈوگر صاحب ڈاکٹر اسرار احمد سے ایک باکمال سوال پوچھتے ہیں کہ اگر پاکستان اسلامی نظام کے لئے قائم ہوا تھا تو کیا ڈاکٹر صاحب کے فکری اور مسلکی بزرگ اسلامی نظام کے خلاف تھے اور کیا ڈاکٹر صاحب اب اپنے ان بزرگوں کی شکست کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ میں ڈوگر صاحب کے فرمودات پر کوئی تبصرہ کروں میں ان کے اس جملہ کی صدق دل سے تحسین کروں گا جو انہوں نے اپنے کالم میں مسجد کے چودھری سے کہا تھا۔ ''اللہ نے آپ کو جہالت کے جس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے اس سے بڑا عذاب تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا''۔ ہاں البتہ اس کو مسجد کے چودھری یا مولوی تک محدود رکھنا زیادتی بلکہ ظلم ہے۔ ایک عطائی ڈاکٹر کی جہالت مریض اور اس کے خاندان کیلئے تباہ کن ہوگی۔ ایک مولوی کی جہالت ان چند سو افراد کی ذہنی پریشانی کا باعث بنے گی جو اسے سنتے ہیں۔ ایک کالم نویس کی جہالت ان لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کی گمراہی کا باعث بنے گی جو اسے پڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ڈوگر صاحب آپ سے ڈاکٹر اسرار احمد کا تعارف کروا دیتا ہوں۔ جن کے بارے میں زہر اگلنے سے پہلے آپ نے ایک لفظ پڑھنا یا جاننا ضروری نہیں سمجھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد مشرقی پنجاب کے ضلع حصار میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اپنے علاقے کے سکول میں حاصل کی اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن حصار کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے البتہ مولانا مودودیؒ کی تحریریں بھی بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔ ایم ایس ایف حصار کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے وہ قائداعظم کے جلسہ میں ضلع حصار کی نمائندگی کرتے ہوئے لاہور حاضر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں کہ وہ بعض دوستوں کے ساتھ روزانہ صبح حصار کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جاتے تھے اور نوائے وقت اخبار کا انتظار کرتے تھے کیونکہ وہ اسے نظریہ پاکستان کا علمبردار اخبار سمجھتے تھے۔ پھر وہاں سے اخبارات کا بنڈل لے کر شہر میں خود تقسیم کرتے تھے۔ ذرا ہندوستان بھر میں ڈھونڈیں تو سہی کتنے کارکنانِ تحریک پاکستان اس سطح پر محنت کرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے اجلاس میں شریک ہوتا اور ہر وقت اس کوشش میں رہتا کہ ان کے درمیان اختلافات کو کم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرسکوں۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان بننے کے بعد جمعیت اور جماعت اسلامی میں شامل ہوئے جب جماعت اسلامی مشرف بہ پاکستان ہوچکی تھی۔

جہاں تک ڈاکٹر اسرار احمد کے مسلک کا تعلق ہے' ان کی کسی ایک تقریر یا تحریر کا حوالہ دیں جس میں انہوں نے خود کو حنفی' بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث' مقلد یا غیر مقلد کہا ہو۔ انہوں نے ہمیشہ سورہ حج کی اس آیت کا حوالہ دیا ''هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ''۔ جماعت اسلامی سے ان کا عملی اور حقیقی تعلق پاکستان بننے کے بعد قائم ہوا۔ پاکستان کی مخالفت کرنے والے جمعیت العلمائے اسلام کے بزرگوں کے بارے میں انہوں نے ہمیشہ کہا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ ان کے تمام تر احترام اور انہیں مخلص دینی رہنما تسلیم کرنے کے باوجود مجھے ان کی سیاسی سوچ سے اختلاف ہے۔

ڈوگر صاحب! اگر آپ نے ڈاکٹر صاحب کا یہ کہا اور لکھا بھی پڑھا اور سنا نہیں کہ ''مجھے صرف اس ابوالکلام آزاد سے عقیدت ہے جو الہلال کا ایڈیٹر تھا یعنی 1912ء سے 1920ء تک کے ابوالکلام آزاد سے۔ اس کے بعد کا ابوالکلام جو کانگرس میں چلا گیا اور اس کا صدر بن گیا اس ابوالکلام آزاد سے میں اعلان برأت کرتا ہوں'' تو پھر آپ کی دید اور شنید دونوں ناقابل علاج اور ناقابل اصلاح ہیں۔ جہاں تک ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ پاکستان کا count down شروع ہو چکا ہے۔ یقیناً اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن سوچئے تو سہی ایسے الفاظ زبان پر کیوں آئے ہیں۔ اپنے وطن سے شدید محبت جو اس بندہ خدا کو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ اس کے علاوہ یقیناً اور کوئی وجہ نہیں۔ ہاں البتہ جو ثناء خواں کہہ رہے ہیں کہ سب اچھا ہے انہیں اللہ ہی ہدایت دے۔ بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں بند کر لے تو بچ نہیں سکتا۔ شاید آپ کو یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے کہ مشرقی سرحدوں پر ازلی دشمن پہلے کی طرح موجود ہے اور نائین الیون کے بعد شمال مغرب میں ہماری حکومت کے یوٹرن سے دشمنوں کی حکومت قائم ہوگئی اور انتہائی خطرناک کام یہ ہوا ہے کہ حکومت نے اپنے قبائلی علاقوں میں آگ بھڑکا دی ہے۔ بلوچستان میں حالات مزید خطرناک ہیں۔ حساس تنصیبات پر پے در پے حملے ہو رہے ہیں۔ ''بلوچستان لبریشن آرمی'' کافی عرصہ سے قائم ہے لیکن

> ایک عطائی ڈاکٹر کی جہالت مریض اور اُس کے خاندان کے لئے تباہ کن ہوگی۔ ایک مولوی کی جہالت اُن چند سو افراد کی ذہنی پریشانی کا باعث بنے گی جو اُسے سنتے ہیں۔ ایک کالم نویس کی جہالت اُن لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کی گمراہی کا باعث بنے گی جو اسے پڑھتے ہیں۔

پہلے اس میں سکت نہیں تھی اب وہ تازہ دم ہوگئی ہے اور دشمنوں نے اسے ایسے اسلحہ سے لیس کر دیا ہے کہ ہر روز کہیں نہ کہیں پاک فوج کو نشانہ بنا رہی ہے۔

پونم کے صدر کا بیان آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ حکومت نے ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے تو ہم اتحادی افواج سے مدد مانگیں گے۔ اندرون سندھ بھی نفرت کا لاوا پک رہا ہے۔ بشیر قریشی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بھی شاید آپ پڑھنا گوارا نہیں کرتے۔ ایم کیو ایم کی طرف سے جناح پور کا نقشہ عام ہو چکا ہے۔ امریکہ عسکری طور پر بھی اب پاکستان میں موجود ہے۔ شہباز ایئر بیس پر بڑے سے بڑا فوجی افسر بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ بار بار ہمیں کہا جا رہا ہے کہ انتہا پسندوں کا ایٹمی اثاثہ جات پر قابض ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا ایٹمی اثاثہ جات کی حفاظت ہمارے ذمہ لگاؤ۔ داخلی سطح پر ملک کے تمام ادارے تباہ ہو چکے ہیں۔ بیوروکریسی نے بدترین لوٹ مار مچائی ہوئی ہے۔ فوج کی منصوبہ بندی اب ڈیفنس کے پلاٹوں تک محدود ہے۔ پاپولر سیاستدان جلا وطن ہیں۔ پارلیمنٹ میں صرف ڈیسک بجانے والے ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈیسک کیوں بجا رہے ہیں۔ عدلیہ نظریۂ ضرورت کی نذر ہو چکی ہے۔ تاجر الٹی چھری سے عوام کو ذبح کر رہے ہیں۔ ''پولیس کرے عوام کی مدد'' اس ماٹو پر پولیس دل وجان سے عمل کر رہی ہے۔ ''نوائے وقت'' میں یہ لطیفہ چھپ چکا ہے کہ ایک امریکی' ایک برطانوی اور ایک پاکستانی مر گئے اور دوزخ میں داخل کئے گئے۔ امریکی نے اپنے ملک میں دوزخ سے ایک منٹ فون کیا تو جہنم کے داروغہ نے ایک ملین ڈالر بل کے طور پر وصول کیا۔ انگریز نے دوزخ سے برطانیہ ایک منٹ کی کال کی تو داروغہ نے آدھا ملین پونڈ لیا۔ پاکستانی نے لمبی گفتگو کی تو داروغہ نے صرف بیس روپے طلب کئے۔ وجہ پوچھنے پر داروغہ نے کہا کہ دراصل ہم دوزخ سے دوزخ کال کو لوکل کال تصور کرتے ہیں۔ اس لئے آپ صرف بیس روپے ادا کریں۔

سقوط ڈھاکہ سے پہلے جب ہمیں جرنیل بتا رہے تھے کہ سب اچھا ہے تو ڈاکٹر صاحب ''میثاق'' کے اداریوں کے ذریعے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ مشرقی پاکستان کا سیاسی حل تلاش کرو۔ ضیاء الحق کے دور میں ڈاکٹر صاحب نے ''استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ'' کتاب لکھ کر لوگوں کی توجہ اس سلگتے ہوئے مسئلے کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی تھی۔ بعض کالم نگاروں اور دانشوروں نے کہا کہ اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ سندھ میں سب اچھا ہے۔ جلد ہی ایم آر ڈی کی تحریک شروع ہوئی۔ بعد ازاں بھارت میں تحقیق ہوئی اور وقت کی حکومت پر سخت تنقید کی گئی کہ اس نے ایم آر ڈی کی تحریک سے فائدہ نہیں اٹھایا' وگرنہ سندھ کو الگ کیا جا سکتا تھا اور وقت کی حکومت نے بھی اعتراف کیا کہ اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے اور سنہری موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ اللہ نے پاکستان کو مزید مہلت دینا تھی لہٰذا دشمن کی عقل پر پردہ پڑ گیا۔ ان سب باتوں کے باوجود اگر آپ کہتے ہیں کہ سب اچھا ہے تو یہ آپ کی دید شنید کا مسئلہ ہے۔ محترم ڈوگر صاحب! ایک بات اور آپ پر واضح کردوں کہ جن بزرگانِ دین نے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی ہمیں ان کی سیاسی سوچ سے اختلاف کرنے اور ان پر تنقید کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن آپ اگر انہیں اسلام یا مسلمان دشمن قرار دیں تو یہ جرم عظیم ہوگا۔ فرق سوچ کا ہے۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر پاکستان قائم نہ ہوا تو مسلمان انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندو کی غلامی میں چلے جائیں گے اور وہ اپنے دین کے مطابق زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ مزید براں ہندو مسلمان کا معاشی استحصال کرے گا۔ لہٰذا اسلامی طرز حیات اختیار کرنے اور ہندو کی چیرہ دستی سے بچنے کے لئے پاکستان کا قیام لازم ہے۔ جب کہ بہت سے علمائے کرام یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان بننے سے مسلمانوں کی قوت تقسیم ہو جائے گی۔ ایک طرف ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے پاکستانی قیادت اسلامی نظام کے نفاذ سے گریز کرے گی اور دوسری طرف ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمان انتہائی کمزور ہو جائیں گے اور ہندو کے ظلم کا مقابلہ کرنے کی سکت کھو دیں گے۔ قائداعظم' مسلم لیگی قیادت' ڈاکٹر اسرار احمد' آپ اور میں علمائے کرام کے اس نقطہ نظر سے اختلاف کرنے کا حق رکھتے ہیں لیکن انہیں مسلمان دشمن قرار دینا اور ان کے لئے ہتک آمیز رویہ اختیار کرنا یقیناً غلط ہے۔ حسین احمد مدنی ؒ سے لاہور ریلوے اسٹیشن پر جو سلوک ہوا تھا وہ آپ کے یقیناً علم میں ہوگا۔ ان سب باتوں کے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی محترم شخصیت کی کسی بات سے اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس کی تمام خدمات کو فراموش کر کے لٹھ لے کر اس کے درپے ہو جاؤ۔ آخر میں میں آپ کے اس جملہ کی پھر تحسین کروں گا کہ ''جہالت سے بڑا کوئی عذاب نہیں''۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو جہالت کے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچائے۔

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **مالم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

فلک سیر ریزارٹ

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ مالم جبہ سے چار کلومیٹر پہلے ——— کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے اٹیچڈ باتھ روم' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

قارئین ندائے خلافت کے لئے خصوصی رعایتی پیکج

(خواہش مند حضرات زیر نظر اشتہار کی کٹنگ ہمراہ لے کر آئیں)

چشم براہ: خواجہ عبدالباری چیف ایگزیکٹو فلک سیر کارپوریشن'

جی ٹی روڈ' امان کوٹ ضلع سوات پوسٹ کوڈ 19140 ٹیلیفون: 0936-725056

جرائم کے البم سے چند تصویریں

قاضی عبدالقادر

پاکستان میں گزشتہ چند برسوں سے تشدد' تخریب کاری اور دہشت گردی کی جو لہر آئی ہوئی ہے' اور اس میں روز بروز جو اضافہ ہو رہا ہے' اس پر ہر پُر امن شہری متوحش ہے۔ آن کی آن میں پچاسیوں افراد ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ ٹارگٹ کلنگ الگ ہو رہی ہے جس میں وطن عزیز کے دینی و سیاسی محب وطن رہنماؤں کو بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جن سے ہر شخص واقف ہے۔ آج کے اس مضمون میں ہم عام جرائم کے روز افزوں اضافے اور اس سلسلے میں امت کا درد رکھنے والوں کی ذمہ داریوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

پچھلے دنوں پاکستان پیپلز پارٹی نے موجودہ حکومت کی ناقص کارکردگی اور امن و امان کی خراب صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے سال 2003-2004ء پر حقائق نامہ جاری کیا ہے۔ (بحوالہ روز نامہ ''جسارت'' کراچی 21 مئی 2004ء) جس میں بتایا گیا ہے کہ سال کے دوران میں تھانوں اور جیلوں میں تشدد کے ساڑھے پانچ ہزار واقعات ہوئے۔ پولیس حراست میں 36 افراد ہلاک ہوئے۔ خواتین کو برہنہ کر کے گلیوں میں گھمایا گیا۔ قتل کے 5500' زنا بالجبر کے 2160' چوری کے 11482' ڈکیتی کے 1287 اور گینگ ریپ کے 220 واقعات ہوئے۔ سیشن جج اور دس سول ججوں کو یرغمال بنایا گیا۔ تین سول ججوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس سٹی رینج عبدالعزیز' پشاور کے ایس۔ پی رجب علی شاہ سمیت متعدد پولیس انسپکٹروں اور کانسٹیبلوں کو دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔ 36 اراکین اسمبلی کو گرفتار کیا گیا۔ اوکاڑہ میں رینجرز کی فائرنگ سے 7 مزارعین ہلاک اور 40 زخمی ہوئے۔ اسی طرح گزشتہ اور موجودہ سال بنیادی انسانی حقوق اور بین الاقوامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے سینکڑوں پاکستانی شہریوں کو دہشت گردوں کے ساتھ تعلق کے الزام میں گرفتار کر کے ایف۔ بی۔ آئی اور امریکی حکام کے حوالہ کر دیا گیا۔ نفسیاتی مسائل' غربت' بے روزگاری اور دیگر گھریلو پریشانیوں سے تنگ آ کر 860 مردوں اور 565 خواتین نے خودکشی کی۔ غریبوں کی تعداد 40 فی صد سے زائد ہو گئی ہے۔ چار کروڑ 61 لاکھ افراد ''خط غربت'' کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک برس میں عام استعمال کی 52 اشیاء کے نرخ 127 فی صد بڑھ گئے ہیں۔ ہر شہری 428 ڈالر کا مقروض ہے۔ گذشتہ چھ ماہ کے دوران میں آٹا' دودھ اور گوشت سمیت دیگر اشیائے ضرورت مہنگی ہونے سے چھ سالہ ریکارڈ ٹوٹ گیا۔ وغیرہ وغیرہ

واضح رہے کہ اس ''حقائق نامہ'' میں جرائم کے جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں یہ وہ ہیں' جو رپورٹ کیئے گئے ہیں۔ بدنامی یا کسی اور وجہ سے جو جرائم رپورٹ ہی نہیں ہوئے ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ یہ ایک ہوشربا صورت حال ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں۔

خطِ غربت کے نیچے زندگی بسر کرنے والے لوگوں کی جو تعداد اس حقائق نامہ میں بیان کی گئی ہے کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ ایک سیاسی پارٹی کی طرف سے جاری کیا گیا ہے اس لئے اس میں خاصی مبالغہ آرائی کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن آج 12 جولائی 2004ء کے روز نامہ ''اسلام'' کراچی میں گورنر اسٹیٹ بینک ڈاکٹر عشرت حسین کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ انہوں نے ایک جریدہ کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ تہلکہ خیز انکشاف کیا ہے کہ 32.1 فیصد پاکستانی (یعنی ملک کی ایک تہائی آبادی) غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔۔۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غربت' بے روزگاری' فاقہ اور تنگدستی کی وجہ سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد خودکشی کرنے پر کیوں مجبور ہو گئی ہے۔۔۔ یہ اسی ہفتہ ہی کا واقعہ ہے کہ تنگدستی سے بدحال ہو کر ایک نوجوان نے (جو عرصے سے بے روزگار بھی تھا اور اب مالک مکان نے مکان خالی کرنے پر بھی مجبور کر دیا تھا) ایک جم غفیر کے سامنے مینار پاکستان کے اوپر سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔۔۔ اے بسنت منانے والو اور اپنے اس شغل پر کروڑوں لٹانے والو۔۔۔ یہ تمہارے منہ پر ایک زبردست طمانچہ تو نہیں!

جرائم یہی نہیں ہیں۔ ایک ہے ''غیرت کے نام پر قتل'' جسے عرف عام میں ''کاروکاری'' کہا جاتا ہے۔ ''جنگ'' کراچی 10 جولائی 2004ء کی خبر ہے کہ 9 جولائی کو سینٹ کو بتایا گیا کہ پچھلے چھ سال میں ''کاروکاری'' کے نام پر 4110 افراد قتل ہوئے جن میں 1327 مرد اور 2774 خواتین تھیں۔ کاروکاری کے جرم کو نہ جانے کیوں سندھ کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے جبکہ یہ تمام صوبوں میں جاری ہے۔ سینٹ کو بتایا گیا کہ کاروکاری یعنی غیرت کے نام پر صوبہ پنجاب میں 675 مردوں اور 1578 خواتین' صوبہ سندھ میں 348 مردوں اور 751 خواتین' صوبہ سرحد میں 188 مردوں اور 260 خواتین جب کہ صوبہ بلوچستان میں 116 مردوں اور 135 خواتین کو ہلاک کیا گیا۔ اب سنا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں کوئی قانون سازی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ دیکھیں' قانون کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ایک وبا جو تیزی سے پھیل رہی ہے وہ ''عملِ قوم لوط'' ہے۔ پچھلے دنوں ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں بتایا گیا کہ سندھ میں ہر بڑا وڈیرہ اپنے ساتھ ایک خوبرو نوجوان ضرور رکھتا ہے۔ جس کی خوب ناز برداریاں کی جاتی ہیں۔ یہ ایک اسٹیٹس سمبل بن چکا ہے۔ وڈیرہ جہاں اور جس محفل میں بھی جاتا ہے' وہ نوجوان ساتھ ہوتا ہے۔ مقابلے ہوتے ہیں کہ کس کے پاس زیادہ خوبصورت نوجوان ہے۔ نوجوان پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مالک کے سوا کسی اور کی طرف نگاہِ التفات نہیں اٹھا سکتا۔ کسی دوسرے وڈیرے سے بات نہیں کر سکتا' نہ ہی کسی کی طرف دیکھ کر مسکرا سکتا ہے ورنہ اس کی سخت سزا ہے۔ افسوس کہ اب یہ وبا اونچے طبقہ سے نکل کر نچلے طبقے کی طرف بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

صوبۂ سرحد کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ کراچی کے ایک ثقہ ہفت روزہ کی پچھلے سال کی ایک اشاعت میں پشاور سے اس کی نمائندے کی ایک تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی تھی' جس میں بتایا گیا تھا کہ وہاں پر اسکولوں میں زیر تعلیم خوبرو لڑکوں کو ہوٹلوں کو سپلائی کرنا' ایک کاروبار بن چکا ہے۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا کہ اسکول کے بدمعاش اساتذہ اور کارکن کس کس طرح خوبصورت لڑکوں کو اپنے جال میں پھانستے ہیں۔ ان کی نازیبا حالت میں برہنہ تصاویر اتار کر اور انہیں تصویر دکھا کر بلیک میلنگ کی جاتی ہے کہ یہ تصویر ان کے والدین کے پاس بھیج دی جائے گی۔ ظاہر ہے مجبور ہو کر لڑکے وہی کچھ کریں گے جو ان سے چاہا جائے گا۔ ان اساتذہ کے ہوٹلوں سے رابطے ہوتے ہیں۔ لڑکوں کو پرچی پر ہوٹل کا نام' کمرہ نمبر اور اس کے مقیم کا پتہ لکھ کر دے دیا جاتا ہے اور ہدایت ہوتی ہے کہ ویسا ہی کرنا جیسا وہ چاہے۔ اس بدمعاشی کے کاروبار میں ہوٹل کے مالک اور نام نہاد اساتذہ کا حصہ ہوتا ہے۔ چند ٹکے لڑکوں کو بھی دے دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے' اس صوبہ میں جہاں متحدہ مجلس عمل کی عمل داری ہے

اور ''اسلامی نظام'' خوب دھوم دھڑکے سے آ رہا ہے۔

جرائم کے البم کی یہ چند تصویریں ہیں جو دل پر جبر کر کے کانپتے ہاتھوں سے ہم نے دکھائی ہیں ـــــ اور یہ سب کچھ پاکستان میں ہو رہا ہے ـــــ پاک جگہ ـــــ پاک لوگوں کا وطن ـــــ جہاں اب ہر چہار طرف ناپاکی اور گندگی ہی کا چلن ہے۔ اللہ خیر کرے!

جرائم کا بڑی حد تک قلع قمع ہو سکتا ہے اگر پولیس کمر ہمت کس لے اور اپنا فرض بدرجۂ اتم ادا کرے۔ مگر ہمارے ملک میں پولیس کا تو باوا ہی نرالا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نوے فی صد سے زائد جرائم خود پولیس کی اعانت اور چشم پوشی سے جنم لیتے ہیں۔ جرائم کے گڑھوں اور مجرم پیشہ لوگوں سے پولیس والے خوب واقف ہوتے ہیں۔ ان کے کمیشن بندھے ہوتے ہیں' جس میں اوپر سے نیچے سب کا حصہ ہوتا ہے۔ یہاں پولیس خود ایک مافیا بن چکی ہے۔ ایسے بھی واقعات سامنے آئے ہیں کہ جرائم کے اڈے خود پولیس والے چلا رہے ہوتے ہیں۔ ہر تھانے کی پگڑی مقرر ہے۔ جو تھانہ زیادہ بڑے تجارتی علاقہ میں ہوگا' وہاں پر تھانیدار وغیرہ کی تعیناتی کی پگڑی بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ الا ماشاء اللہ سب کا کام رشوت' حرام کی کمائیوں اور جرائم کی آمدنیوں سے چل رہا ہے۔ اب چور بنے ہیں چوکیدار تو اصلاح کیسے ہو' جرائم میں کمی کس طرح آئے!

ماہنامہ ''تہذیب'' کراچی بابت مئی 2004ء میں بریگیڈیئر (ر) قمر الاسلام خان کا امیر تیمور کے دورِ حکمرانی کا ایک واقعہ شائع ہوا ہے' جو ہمارے موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امیر تیمور کے دورِ حکمرانی میں تجارتی قافلے انگوریہ (انقرہ) سے چل کر بغیر کسی حفاظتی سپاہ کے سمرقند پہنچ جاتے تھے۔ اس طویل سفر میں کسی کو بھی کارواں کے مال پر بری نظر ڈالنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ امیر تیمور نے ایک بار اپنی حکمرانی کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''تم چاہو تو سونے کے سکوں سے بھری تھالی کسی نابالغ بچے کے سر پر رکھ دو اور اس سے کہو کہ میرے ملک کے مشرق و مغرب اور شمال سے جنوب تک پیدل اور اکیلا سفر کرے۔ جب کئی سال گزر جائیں اور وہ بچہ سن بلوغت کو پہنچ جائے تو تم دیکھو گے کہ اس طویل مدت میں سونے کا ایک بھی سکہ کم نہ ہوا۔ میرے علاقے میں کسی کو بھی ایک بچے کے مال پر نظر ڈالنے کی جسارت نہیں ہوگی۔ امیر تیمور نے کہا کہ کیا تم نے میرے وسیع و عریض خطہ حکمرانی میں کہیں چوری' رہزنی کی واردات ہوتے دیکھی یا سنی۔ کیا کوئی چور کسی کے گھر یا دوکان میں داخل ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے میرے سلطان بننے کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں سنا ہوگا ـــــ بعد میں امیر نے بتایا کہ میں نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے کہ جو آنے والے بادشاہوں اور حکمرانوں کے لئے مثال بن سکتا ہے اور وہ یہ کہ جہاں کہیں چوری و رہزنی ہو تو اس علاقہ کے داروغہ (S.H.O) اور کوتوال (I.G) کے ہاتھ کٹوا دیتا ہوں۔ جب تک کوئی داروغہ پولیس یا اہلکار چور کا ہمدست اور ساتھی نہ ہو یا اپنے کام سے غفلت نہ کرے اس وقت تک چوری نہیں ہو سکتی' رہزنی اور قتل بھی ممکن نہیں۔''

یہ اقتباس دے کر خدانخواستہ ہمارا مقصد قطعی یہ نہیں کہ آئی جی پولیس اور تھانیدار کی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں' ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ پولیس اپنے اس مقولہ پر دیانت داری کے ساتھ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر صدقِ دل سے عمل کرے کہ ''پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی''۔

سرورِ کونین ﷺ (فداہ امی وابی) نے فرمایا تھا (جس کا مفہوم یہ ہے کہ) کہ ایک وقت آئے گا کہ ایک سوار اکیلا صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے سوائے اللہ کے کسی اور کا خوف نہیں ہوگا۔ چنانچہ دنیا نے وہ دور بھی دیکھ لیا۔ جب رہزن رہبر بن گئے اور اونٹوں کے چرانے والے دنیا کی اس وقت کی سپر طاقت کے حکمراں بن گئے۔ سرزمین عرب جو جرائم کی آماجگاہ تھی جہاں ہر طرف قتل و غارت گری تھی' دنیا کے امن کا نشان بن گئی ـــــ خلافت راشدہ کا دور تاریخ کا جگمگاتا دور ہے۔

آج کے تجدد پسند کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو چودہ سو سال پرانی باتیں تم کیا لے بیٹھے وہ تو نفوس قدسیہ کا زمانہ تھا۔ آج وہ لوگ کہاں سے لائیں۔ تو عرض ہے کہ دور کیوں جایئے یہ افغانستان میں طالبان کی حکومت تو کل ہی کی بات ہے۔ افغانستان' جس کے کلچر کو ایک استعماری طاقت نے پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ (اور پھر وہ طاقت ہی ختم ہو گئی) جہاں ہر طرف خانہ جنگی اور بدنظمی کا سماں تھا۔ قتل و غارت گری عام تھی۔ ہر قصبہ ہر گاؤں کے نکڑ پر رشوت خور بیٹھے تھے جو وہاں سے بغیر رشوت دیئے گزرنے نہیں دیتے تھے۔ پھر فلک نے یہ سماں بھی دکھایا کہ طالبان آئے اور باوجود اس کے کہ ان کے چہار اطراف بلائیں منڈلا رہی تھیں اور شمالی اتحاد کی فوجوں کے ساتھ وہ مسلسل حالت جنگ میں تھے' انہوں نے اللہ کی نصرت سے ملک کی کایا پلٹ دی۔ قتل' غارت گری' رشوت' خیانت' بے دینی' بے حیائی سب کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ بھی صرف دو سال کی مختصر مدت میں ـــــ انہوں نے امارت شرعیہ قائم کی۔ ان کے حکمراں بوریہ نشین تھے ان کی امیدیں قلیل تھیں لیکن ان کے عزائم جلیل تھے ـــــ اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سامنے کی بات ہے لیکن اخبارات گواہ ہیں کہ انہوں نے آج تک ہار نہیں مانی اور وہ آج بھی ایک زندہ قوت ہیں اور سپیدۂ سحر کے طلوع ہونے کے انتظار میں ہیں۔

تو میرے دوستو' بزرگو' بھائیو اور تحریکی ساتھیو! ملک کے حالات واقعی اعصاب شکن ہیں مگر حالات کا جو نقشہ میں نے کھینچا ہے اور جو تصاویر دکھائی ہیں۔ ان سے مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ تاریکی جتنی زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے روشنی کا احساس اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تم تو روشنی کے سفیر ہو۔ اٹھو اور اپنی مشعلوں کو تیز کرو۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

❀❀❀

ہفت روزہ ''ندائے خلافت''
کا
''مسئلۂ کشمیر نمبر''
14 اگست کو یومِ آزادی کے موقع پر آ رہا ہے
زیرِ ادارت: سید قاسم محمود

اس خصوصی اشاعت میں جموں و کشمیر کی تاریخ کے پس منظر میں اُس بین الاقوامی تنازعے کی تاریخ' سال بہ سال اور اصل دستاویزات کے تراجم کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ اس مسئلے کے جو حل ہو سکتے ہیں وہ بھی اکابرین کی آراء کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں' تاکہ دونوں پڑوسی ملکوں کے مابین کشمیر کے دیرینہ اور سنگین مسئلے پر جو مذاکرات آئندہ مہینوں میں ہونے والے ہیں' اُن میں یہ حل بھی ''ندائے خلافت'' کی وساطت سے سامنے رکھے جائیں۔

❁ مشتہرین اپنے اشتہارات' اور نیوز ایجنٹ حضرات اپنی فرمائشوں سے فوری طور پر رابطہ کریں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت' 36K' ماڈل ٹاؤن' لاہور
E-mail:markaz@tanzeem.org فون: 03-5869501

اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

بنت محمد علی ابراہیم

اکبر بادشاہ نے دینِ الٰہی ایجاد کیا تھا۔ اسلام اور ہندو مذہب کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے دریا کے دو مختلف کناروں کو ملانے کی کوشش کی' ہوا کو بھی خریدا اور ہوا کے رخ پر بہنے والی کشتیوں کو بھی' نتیجتاً وہ کامیاب رہا۔ بدبخت منشیوں اور وزیروں کے وارے نیارے ہو گئے۔ اکبر کی مانے جاؤ اور انعام واکرام سمیٹتے جاؤ۔ اکبر نے تو مال دے کر ایمان خریدا تھا' ہم تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم ایمان دے کر ہندو ثقافت کے خریدار بنے ہوئے ہیں۔ اب تک تو ہم یہ کہتے آئے تھے کہ اکبر کی ایجاد کی ہوئی بدبختیاں رسم ورواج کی شکل میں ہمارے ساتھ ہیں' مگر اب ہمارا کیا خیال ہے کہ جب بچے والدین سے سوال کرتے ہیں "امی یہ کیسی شادی ہوئی دولہا دلہن نے سات پھیرے تو لگائے ہی نہیں۔" اب بتایئے کوئی ہے بہانہ جو ہم تراش سکیں۔ آج کل we are same across the border کے نعروں کی گونج میں ہندوؤں کا بھی سب سے غیر اخلاقی طبقہ پاکستان کے دوروں پر ہے۔ پاکستانی عوام' نام نہاد دانشور اور فلمی طبقہ دیوانوں کی طرح ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہماری حکومت کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب ایمان واخلاق کے کون سے پہلوؤں کو ان کے آگے بھینٹ چڑھایا جائے۔ پہلے تو وزیر اطلاعات کے حلق میں ایک ہی کانٹا پھنس گیا تھا کہ "ہم نے کیبل آپریٹرز پر بھارتی چینلز پر پابندی لگائی ہوئی ہے' ہم نہیں چاہتے کہ ہماری نئی نسل ہندوؤں کی غیر اخلاقی تہذیب کا نظارہ کرے۔" مگر اب اچانک بتیسی کھول کر ان عورتوں اور مردوں کا استقبال کیا جا رہا ہے اور ہماری عوام جو انڈیا سے میچ ہارنے پر اپنے ٹی وی سیٹ توڑ دیتی تھی' اب ساری زنجیریں توڑ کر ان سے آٹوگراف لینے دوڑی ہے۔

ہم نے کشمیر بیچ کر' کشمیریوں سے کئے گئے وعدوں اور دلاسوں کو گروی رکھ کر بڑی منتوں مرادوں کے بعد انڈین ٹیم کو بلایا تھا۔ مگر اب جب منہ کی کھانی پڑ گئی تو ان کو دو عدد ٹیسٹ اور ون ڈے سیریز کے کپ اور اربوں روپے دے کر بھیجا ہے۔ انڈیا کے ثقافتی جوڑے بھی آئے تھے کرکٹ ٹیم کے ساتھ' اس لئے یہاں سے بھی وعدہ کیا جا رہا ہے کہ ہم کرکٹ ٹیم کو بھی بھیجیں گے اور "پاکستانی ثقافتی طائفے" بھی آئیں گے۔ ان "محبتوں" کے سبب کیبل آپریٹرز کے مزے آ گئے ہیں۔ ہر گھر میں ڈش کلچر کی سیر ایسی اٹھی ہے کہ گمراہی کے اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ گھروں سے حیا کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔ مسلمانوں کی خوبی جس سے غیر مسلم اسلام کی طرف کھنچے چلے آتے تھے "حیا اور آنکھوں کی شرم" اب مفقود ہو گئی ہے۔ ایک اور نقصان یہ ہوا کہ پاکستان کی نظریاتی عمارت کے در و دیوار ہل گئے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں مباحثے ہونے لگیں کہ "پاکستان ناگزیر نہیں تھا" تو ڈوب مرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ ملک ہم نے بھارت ماتا کے سینے پر بیٹھ کر حاصل کیا تھا۔ نہرو نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر ہی بن سکتا ہے لیکن پاکستان بنا اور اس کی نحیف Body کچھ نہ کر سکی۔ بھارت نے ابھی تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا اور ابھی تک راتوں کو واجپائی کو Hallucinations ہوتی ہیں کہ پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچاؤ مگر رہے نام اللہ کا! ہم بزدلانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں' مگر پھر بھی وہ ہمیں ہر مشکل سے بحفاظت نکال لیتا ہے۔ ہم نے اپنی آن' پہچان' خودی' کلچر سب کچھ گروی رکھوا دیا ہے' اس کا اظہار ہمارے میڈیا سے ہوتا ہے۔ دوسروں کے کلچر سے مرعوب لوگ اپنے ڈراموں' اشتہارات یا خبروں کے ذریعے الگ اور جداگانہ تشخص کا اظہار بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے چینلز پر بے حیائی کی بھرمار ہے۔ سب کچھ اس طرح ہماری رگوں میں سرایت کیا جا رہا ہے کہ برائی' برائی نہیں لگتی۔ اب پاکستان میں انڈین فلموں کی نمائش کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ جنگ کے ایک کالم نگار اس بارے میں اپنے رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "اگر حقیقت پسندانہ انداز میں دیکھا جائے تو دنیا سمٹ کر گلوبل ویلیج بن گئی ہے۔ ان حالات میں خود کو دوسروں سے الگ تھلگ رکھنا کنویں کا مینڈک بننے کے مترادف ہے۔ ہماری ثقافت کے قریب ترین جو ثقافت ہے' وہ بھارتی ثقافت ہی ہے۔ پہلے ویڈیو' پھر ڈش کیبلز کے ذریعے بھارتی فلمیں اور ٹیلی ویژن پروگراموں کے ذریعے ویسے بھی بھارتی تہذیب اور ہندی الفاظ ہماری نوجوان نسل اور بالخصوص بچوں کے ذہنوں میں سرایت کر چکے ہیں اور اب بھارتی فلموں کی نمائش پاکستان میں بھی ہونی چاہئے۔" یہ ہے قارئین کرام تصویر کا دوسرا رخ۔ انڈین فلموں کی نمائش کے بعد ہماری اگلی منزل کیا ہوگی؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ جو دشمن کسی قوم پر حملہ کرتا ہے تو اس قوم کے لوگوں پر عورت اور شراب کے ذریعے فتح حاصل کی جاتی ہے اور ہم پر یہ حملہ ہو چکا ہے۔ بھارت کو مبارک ہو کہ اب ہم اس کے کاری وار کا شکار ہو چکے ہیں۔

جب شیروں کی طرح للکارنے والے قوتِ گویائی سے محروم ہو جائیں' جب شمشیر کو چمکا کر میدان میں آنے والے اپنے بوٹوں کی چمک میں گم ہو جائیں' جب آنکھوں میں شہادت کی آرزو نہ ہو اور دیدۂ بینا صنفِ نازک کو تھرکتا ہوا دیکھنے میں ہی عافیت جانے تو دشمن کو مبارکباد کا پیغام ہی بھیجا جا سکتا ہے۔ اقبال نے تو اسپین میں جا کر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ

باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی

مگر ہم کس قابل ہیں جو ایسی بات کہیں ہمارا تو خون ہی سفید ہے۔ جذبات سرد ہیں' نہ ہمارا لہو گرم ہے اور نہ احساس قوی' بس ایک Shallow ہے ہمارے پاس ایک نام ہے "اسلامی جمہوریہ پاکستان"' مگر آج بدقسمتی سے ہم جمہوروں پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو سلامت رکھے۔ (آمین)

انتقالِ پُر ملال

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ہمشیرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ 3 اگست بروز منگل بعد نماز عشاء قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ تمام رفقاء واحباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لئے صبرِ جمیل کی درخواست ہے۔

رسول ﷺ انقلاب کا طریق انقلاب

جناب وسیم احمد' ناظم نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی' حلقہ لاہور نے مذکورہ خطاب کی مختصر روداد لکھی تھی جو ''ندائے خلافت'' کے شمارہ نمبر 20 (بابت 26 مئی 2004ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اب انہوں نے بڑے شوق اور بڑی محنت اور لگن سے اس خطاب کی دینی اور ادبی اہمیت کے پیش نظر' ویڈیو کیسٹ سے لفظ بہ لفظ کاغذ پر اتار کر' تحریری شکل دی ہے جو یہاں محترم قارئین کے مطالعے اور مستقل استفادے کے لئے پیش ہے۔ (مدیر)

❁ یہ مضمون شروع کرنے سے قبل میں اپنے قارئین سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص یہ سوچے کہ آج امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے؟ کیا مال و دولت' حکومت' تعلیم' ٹیکنالوجی' جمہوریت ہماری سب سے بڑی ضرورت ہیں؟ اگر یہی سوال کوئی مجھ سے پوچھے تو میرے خیال میں امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے اس طریقے کو سمجھ لے کہ جس طریقے پر نبی اکرم ﷺ نے انقلاب برپا کیا۔ اس حوالے سے میں اپنی سوچ کے جو پہلو آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آج عالمی پیمانے پر امت مسلمہ جس زبوں حالی کا شکار ہے یہ اصل میں عذابِ الٰہی ہے جس میں ہم مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کے نمائندے بنائے گئے تھے لیکن آج ہم پوری دنیا میں کوئی ایک ماڈل ملک بھی نہیں دکھا سکتے کہ لوگو! آ ؤ دیکھو یہ ہے نظام مصطفیٰ ﷺ یہ ہیں دینِ حق کی برکات' لہٰذا ہم اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہیں۔ اگر ہم ملک میں صحیح اسلامی نظام نافذ کر لیں تو امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اگر پاکستان میں اسلامی انقلاب نہ آیا تو خدانخواستہ اس کے قائم رہنے کی وجہ جواز ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ تو قائم ہی اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج امریکہ اور اس کے تمام اتحادی اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اسلامی نظام کا کہیں ظہور نہ ہو جائے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

آج امریکہ پر یہ خوف طاری ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں شرع پیغمبری کا عملی ظہور نہ ہو جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے ایک جذبہ انگڑائیاں لے رہا ہے کمی صرف یہ ہے کہ اس جذبے کو صحیح راہِ عمل نہیں مل رہی۔ محض جذبہ ہی کافی نہیں اس کے ساتھ صحیح لائحہ عمل بھی ہونا چاہئے۔ اسی لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ اسلام کو نظام زندگی کے طور پر نافذ و غالب کرنے کے لئے صحیح لائحہ عمل واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ صحیح لائحہ عمل وہی ہوگا جو سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہو۔

ہم نے وہ احادیث ایک جگہ جمع کر کے بہت عام کی ہیں کہ جس سے یقین پیدا ہوتا ہے کہ قیامت سے قبل پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو گا اور کفار کا ''نیو ورلڈ آرڈر'' نہیں ''اسلامک ورلڈ آرڈر'' پوری دنیا میں غالب ہو کر رہے گا۔ ظاہری بات ہے کہ یہ نظام سب سے پہلے کسی ایک ملک میں قائم ہوگا۔ بقول امام مالکؒ ''اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر اُس طریقے پر کہ جس پر پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی'' یعنی نبی کریم ﷺ نے جس طریقے سے انقلاب برپا کیا تھا اس پر عمل پیرا ہو کر انقلاب آ سکتا ہے کیونکہ وہی ہمارے لئے بہترین اسوۂ حسنہ ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ انقلاب کہتے کسے ہیں؟ اس کے لفظی معنی ہیں تبدیلی۔ آج کل ہم اسے ہر جگہ پر استعمال کر لیتے ہیں۔ علمی انقلاب' ثقافتی انقلاب' سائنسی انقلاب' فوجی انقلاب جو کہ غلط ہے۔ کسی معاشرے کے سیاسی نظام' سماجی نظام یا معاشی نظام میں سے کسی ایک میں بنیادی تبدیلی کو صحیح انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مندرجہ بالا تینوں گوشوں میں تبدیلیاں لا کر تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا۔ کیونکہ دنیا میں جتنے بھی انقلابات آئے اس کا آئیڈیا دینے والے کوئی اور لوگ تھے اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے دوسرے لوگ۔

انقلاب محمدی ﷺ وہ واحد انقلاب ہے جس کے تمام مراحل نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی میں مکمل ہوئے۔ ایک وقت میں نبی کریم ﷺ مکہ میں street preaching کر رہے ہیں اور وہی محمد ﷺ میدان بدر میں فوج کی کمان کر رہے ہیں یعنی انقلابی دعوت کا آغاز بھی آپ ﷺ فرما رہے ہیں اور اسے آخری منزل پر بھی آپؐ پہنچا رہے ہیں۔ کل 23 سال میں اول سے آخر تک تمام مراحل انقلاب مکمل فرمائے۔ آج کے دور جدید میں اجتماعیات' سوشیالوجی یا پولیٹیکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانت داری سے اسلامی انقلاب کا صحیح طریقہ اخذ کرنا چاہے تو اسے مارکس' لینن یا والٹیئر سے نہیں نبی کریم ﷺ کی سیرت سے مکمل راہنمائی مل سکتی ہے۔

میں اسلامی اصطلاحات دین' اسلام' ایمان' جہاد' قتال استعمال کئے بغیر انقلاب کے مراحل آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دور زوال کے دوران ان اصطلاحات کا مفہوم محدود اور مسخ (limited and perverted) ہو گیا ہے۔ ہم جب بھی کوئی اصطلاح استعمال کرتے ہیں وہی perverted تصور ہمارے ذہنوں میں اجاگر ہو جاتا ہے' لہٰذا اگر ان اصطلاحات کو ہٹا کر جدید terminology میں بات کریں تو انقلاب کا خاکہ نسبتاً آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا پھر اس خاکے میں سیرت النبی ﷺ اور قرآن و حدیث کی اصطلاحات اور واقعات کا رنگ بھریں گے۔

ایک مکمل انقلاب کے چھ یا سات مراحل حسب ذیل ہیں۔ (۱) ہر انقلاب کی پہلی ضرورت انقلابی نظریہ اور انقلابی فلسفہ ہوتی ہے۔ انقلابی نظریہ اور فلسفہ اسے کہتے ہیں جو موجودہ Politico, Socio, Economic system کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرے۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو پھر وہ انقلابی نظریہ ہے ورنہ محض وعظ و نصیحت ہے۔ نظریہ نیا ہو تو معاملہ آسان ہو گا کیونکہ وہ اپنی اصطلاحات خود وضع کرے گا۔ اگر وہ نظریہ پرانا ہے تو اس کی وضاحت جدید اصطلاحات کے مطابق کرنی پڑے گی۔ پھر اس نظریے کو پھیلایا جائے اور عام کیا جائے۔ اس کے لئے دور جدید کے تمام ذرائع مثلاً پرنٹ میڈیا' الیکٹرانک میڈیا استعمال کئے جائیں۔

دوسرے مرحلے کے طور پر جو لوگ اس نظریے کو حقیقتاً قبول کریں انہیں (listen & obey) کے اصول کے تحت منظم کیا جائے اور تحریک میں کارکنوں کی حیثیت اور مرتبے کا تعین تحریک کے ساتھ وفاداری اور قربانی کی بنیاد پر کیا جائے۔ تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے جس میں انقلابی جماعت کے کارکنوں کے ذہنوں سے انقلابی نظریہ ایک لمحے کے لئے بھی اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نظریہ ذہنوں میں راسخ ہے تو عمل کا جذبہ بھی رہے گا۔ اگر وہ مدہم پڑ گیا تو کام آگے نہیں بڑھے گا۔ اس کے لئے خاص تربیت کی ضرورت ہو گی تاکہ کارکنوں میں تحریک کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ بیدار رہے۔ بقول شاعر ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

اگر مجوزہ انقلابی پروگرام میں روحانیت کا کوئی پہلو موجود ہو تو کارکنوں کی روحانی تربیت بھی درکار ہو گی۔

انقلاب کے لئے چوتھا مرحلہ کہنے کو تو نمبر 4 ہے لیکن حقیقت میں اس کا آغاز پہلے مرحلے کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ ہے صبرِ محض passive resistance۔ جس کا مطلب ہے کارکن اپنے موقف پر ڈٹے رہیں' کھڑے رہیں لیکن کسی قسم کی جوابی کارروائی نہ کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرے میں انقلابی جماعت کے کارکن تالاب میں پتھر مارنے کی مانند ایک conflict پیدا کرتے ہیں۔

جس کے جواب میں داعیٔ انقلاب کی شخصیت کو مجروح کرنے اور اس کی ہمت کو توڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مخالفین اسے پاگل' دیوانہ اور شاعر کہیں گے اس موقع پر داعیٔ انقلاب اگر تمام الزامات سننے کے بعد بھی اپنے موقف پر قائم اور کھڑا رہے تو پھر انقلابی جماعت کے کارکنوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں مارا جاتا ہے۔ بھوکا رکھا جاتا ہے۔ جیلوں میں ٹھونسا جاتا ہے اور فائرنگ سکواڈ کے ذریعے ان کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے جاتے ہیں۔ اس موقع پر کارکنوں کی طرف سے صبرِ محض کی اشد ضرورت ہو گی کیونکہ اس مرحلے میں کارکنوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور اگر وہ مشتعل ہو جائیں تو مخالف قوت انہیں کچل دے گی۔ اگر انقلابیوں کی طرف سے کوئی جوابی کارروائی نہ ہو اور وہ مہلتِ عمل حاصل کرتے ہوئے اپنے مشن پر گامزن رہیں پہلو اور اپنی base بڑھاتے رہیں۔ اپنے تحفظ کے لئے بھی ہاتھ نہ اٹھائیں تو باطل نظام کی طرف سے جسمانی تشدد بھی ایک حد تک ہو گا وہ سب کو ختم نہیں کر سکیں گے۔ اس کا نہایت اہم نتیجہ یہ نکلے گا وہ یہ کہ عوام الناس کی ہمدردیاں انقلابیوں کو حاصل ہو جائیں گی۔ گویا ؎

''جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ''۔

پانچواں مرحلہ اقدام کا ہو گا جس میں مزاحمت ہو گی۔ یہ قیادت کی ذہانت کا ثبوت ہو گا کیونکہ یہ انتہائی نازک فیصلے کا وقت ہو گا۔ اس مرحلے کے لئے مناسب وقت کا تعین بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے اور تیاری پوری ہونے کے باوجود تاخیر بھی نہیں ہونی چاہئے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ گویا موقع گنوا دیا تو ناکامی اور اگر قبل از وقت اقدام کر دیا تو بھی ناکامی۔ اگر تعداد کافی ہو' ڈسپلن ہو اور تحریک کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ موجود ہو تو تحریک passive resistance سے active resistance میں منتقل ہو سکتی ہے۔ جس میں موجودہ نظام کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑا جائے گا اور عدم تشدد کی بنیاد پر سول نافرمانی کی تحریک چلائی جائے گی۔

اس کے بعد چھٹا اور آخری مرحلہ براہ راست تصادم کا ہو گا۔ جس میں موجودہ نظام اور اس کے محافظوں کے ساتھ باقاعدہ جنگ ہو گی۔ کیونکہ انقلابیوں نے active resistance کے ذریعے نظام کو چیلنج کر دیا ہے' لہٰذا باطل نظام مقابلے کے لئے آ جائے گا۔ اس موقع پر اگر انقلابیوں کی تیاری ٹھیک ہو گی' تنظیم و تربیت ٹھیک ہو گی صحیح وقت پر اس مرحلے کا فیصلہ کیا گیا ہو گا تو انقلابی کامیاب ہو جائیں گے ورنہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ انقلاب کا ساتواں مرحلہ بھی ہے کیونکہ انقلاب کبھی بھی اپنی جغرافیائی قومی یا ملکی حدوں میں نہیں رہتا کیونکہ انقلاب نام ہے انقلابی نظریہ کا جسے کسی پاسپورٹ اور ویزے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سچا انقلاب لازماً export ہوتا ہے۔

قارئین کرام یہ انقلابی عمل کا وہ خاکہ ہے جسے میں نے سیرت محمدی ﷺ سے اخذ کیا ہے۔ اب ہم اس میں نبی کریم ﷺ کے عظیم انقلاب کا رنگ بھرتے ہیں۔ محمد ﷺ کا انقلابی نظریہ کیا ہے ایک لفظ میں بیان کریں تو وہ ہے توحید جس کا مفہوم یہ ہے کہ روئے ارضی پر کوئی انسان یا قوم حاکم نہیں آقا اور مولا صرف خدا کی ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس سے بڑا کوئی سیاسی نعرہ نہ تھا جو اس وقت کے سیاسی نظام کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرتا۔ زمین اور آسمان میں ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ انسان زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کی امانت ہے۔ تمام انسان مساوی ہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ علم و تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ گویا اسلام کامل انسانی مساوات کا داعی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس نظریے کی تبلیغ اور اشاعت انفرادی طور پر مکہ کی گلیوں' حج کے اجتماعات اور آس پاس کے میلوں تک میں کی گویا جو طریقہ بھی ممکن تھا وہ اختیار فرمایا۔

اگلے مرحلے میں جو لوگ ایمان لے آئے ان کی تربیت کی جس کے لئے بیعت کا سلسلہ شروع کیا جس کا ثبوت ہمیں متفق علیہ حدیث میں ملتا ہے جس کے راوی حضرت عبادہؓ ابن صامت ہیں۔ ''میں بیعت کرتا ہوں کہ آپ کا ہر حکم سنوں گا اور مانوں گا' خواہ تنگی ہو خواہ آسانی' خواہ میری طبیعت آمادہ ہو خواہ مجھے اس پر جبر کرنا پڑے اور خواہ دوسروں کو مجھ پر ترجیح دی جائے۔ اور یہ کہ نظم کے ذمہ دار لوگوں سے ہرگز نہیں جھگڑوں گا اور یہ کہ ہر حال میں حق بات ضرور کہوں گا اور اللہ کے دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا''۔ جماعت کی بنیاد رکھنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی ضرورت ہرگز نہیں تھی کیونکہ آپ پر تو صحابہ ایمان لائے تھے یہ محض ہماری رہنمائی کے لئے تھا۔

صبرِ محض کے مرحلے میں نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے لئے کامل نمونہ تھی۔ قریش نے کئی سال تک آپ کی کردار کشی کی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا یہاں تک کہ آپ کے جسم مبارک سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ صحابہ کرام ؓ کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ حضرت بلالؓ اور آلِ یاسرؓ پر ہونے والے مظالم کی داستانیں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سمع و طاعت کے تمام تقاضے پورے کئے گئے۔ دیکھئے جب ایک شخص کو معلوم ہو جائے کہ مجھے مار دیا جائے گا تو وہ مشتعل ہو کر دو چار کو مار کر مرے گا لیکن یہاں حکم ہاتھ اٹھانے کا نہیں تھا۔ حضرت خبابؓ بن ارت سے جب یہ کہا گیا کہ دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ جاؤ آپؓ لیٹ گئے پیٹھ کی کھال جلی' چربی پگھلی تو اس سے وہ انگارے ٹھنڈے ہوئے۔ میرے نزدیک سمع و طاعت کا اس سے بڑا مظہر ممکن ہی نہیں۔

اگلے مرحلہ میں تن من دھن قربان کرنے کی عالی شان مثالیں صحابہ کرام ؓ نے پیش کیں۔ ویسے تو دنیوی انقلابات میں بھی لوگوں نے قربانیاں دیں اور جانیں قربان کیں لیکن مسلمان کے لئے معاملہ اتنا آسان ہے کیونکہ اس کا ایمان تو آخرت پر ہے اور اصل زندگی تو آخرت کی ہے' لہٰذا وہ سب کچھ بھی خرچ کر دے تو اس کے لئے گھاٹے کا سودا نہیں۔ اسے تو کئی سو گنا واپسی کا یقین ہے۔ مسلمان کا آخرت پر جتنا یقین مستحکم ہو گا وہ اتنا ہی دین کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار ہو گا۔ یہ عقیدہ آخرت ہی ہے جو اس وقت دنیا کو سمجھ نہیں آ رہا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے جانیں دینے کے لئے اس طرح آمادہ ہیں۔ کشمیر' فلسطین' چیچنیا کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ یہ عقیدہ آخرت پر یقین کی علامتیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے انقلاب میں روحانی تربیت دو مرحلوں میں مکمل کی گئی۔ روحانیت پیدا کرنے کے سب سے بڑے ذریعے قرآن پاک کو دلوں میں اتارا گیا اور نفس کے تقاضوں کی مخالفت کروائی گئی۔ نیند بہت عزیز ہے' اللہ کی راہ میں جاگنے کی ترغیب دلائی گئی۔ اور تہجد میں قرآن کو

اپنے اندر اتارنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ قرآن ویسے ہی نور ہے' وہ دلوں کو منور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور پھر تزکیہ نفس کے لئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اگلا مرحلہ active resistance کا ہے نبی کریم ﷺ کے معاملے میں اس مرحلہ میں داخل ہونے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا' لہٰذا غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں تھا لیکن آئندہ کوئی بھی تحریک اس مرحلے پر خود فیصلہ کرے گی اور غلطی کا امکان موجود رہے گا۔ نیک نیتی کے ساتھ غلطی کی صورت میں دنیا میں ناکامی کے باوجود آخرت کی کامیابی یقینی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد 6 ماہ میں تین کام کر کے اپنی پوزیشن کو مستحکم کیا۔ مسجد نبوی ﷺ تعمیر فرمائی جو عبادت گاہ بھی تھی' درس گاہ بھی تھی۔ پارلیمنٹ کا کام بھی وہیں ہوتا تھا گویا ایک مرکز بن گیا۔ مہاجرین اور انصار میں مواخات کے اصول پر مفاہمت کروائی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھائی بھائی قرار دیا۔ چشم فلک نے کیسی کیسی مثالیں دیکھیں۔

انصاری بھائیوں نے ہجرت کر کے آنے والے مہاجر بھائیوں کو دکان و مکان میں برابر کا شریک کیا یہاں تک کہ جس کی دو بیویاں تھیں وہ اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے کر گیا اور کہا کہ آپ جسے پسند کرتے ہیں' میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ آپ اس سے شادی کر لیں (یاد رہے کہ اس وقت تک پردے کے احکامات نہیں آئے تھے) میں برداشت نہیں کر سکتا کہ حضور ﷺ نے تمہیں میرا بھائی قرار دیا۔ تمہارا گھر آباد نہ ہو اور میرے گھر میں دو دو بیویاں ہوں۔ یہ مواخات تھی۔ مدینہ کے قبائل کے ساتھ میثاق مدینہ کے نام سے مشترکہ دفاع کے معاہدے کئے۔

اب آپؐ نے active resistance کے طور پر غزوہ بدر سے پہلے چھاپہ مار قسم کے 8 دستے بھیجے جس میں سے 4 میں خود بھی شرکت فرمائی۔ اور اس طرح کفار کی economic life line کو ڈسٹرب کر دیا۔ جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کا سیاسی اثر و رسوخ بڑھا اور قریش کا کم ہوا۔ اور پھر غزوہ بدر کے نام سے حق و باطل کے معرکوں کا آغاز ہوا جو 17 رمضان المبارک 2ھ سے شروع ہو کر 10 رمضان المبارک 8ھ کو فتح مکہ پر ختم ہوا جس میں سینکڑوں صحابہ کو جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ 70 صحابہ کرام تو غزوہ احد میں شہید ہوئے جس میں حضرت حمزہ ؓ بھی شامل تھے۔ بالآخر 6 سال کی زبردست کشمکش اور مسلح تصادم کے بعد تاریخ انسانی کے عظیم ترین انقلاب کی تکمیل ہوئی۔

یہاں مجھے دو باتوں کی مزید وضاحت کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ سے قبل کوئی پیغام' خط یا مبلغ عرب سے باہر نہیں بھیجا بلکہ دس سال تک سارا کام مکہ میں ہی کیا۔ اس کے بعد طائف کا سفر فرمایا۔ یہ انقلابی عمل کی خاص بات ہے کہ یہ ابتدا میں پھیلتا نہیں ہے۔ مشنری اور تبلیغی کام پھیلتا ہے جب کہ انقلابی عمل ایک ہی مقام پر اٹھتا ہے جیسے آم کی گھٹلی سے دو پتے نکلتے ہیں' آپ کا پودا بنتا ہے' درخت بن کر برگ و بار لاتا ہے۔ وہ خربوزے اور ککڑی کی بیل کی طرح زمین پر نہیں پھیلتا۔

ظاہر ہوا کہ محمد ﷺ کی جدوجہد مشنری نہیں انقلابی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے کسریٰ' ہرقل' نجاشی' یمامہ اور بحرین کی طرف نامہ بر بھجوائے۔ اس موقع پر آپ کے ایک سفیر کو شہید کر دیا گیا تو پھر آپ نے جنگ موتہ اور جنگ تبوک کا معاملہ شروع کیا گویا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی ہی میں نہ صرف یہ کہ یہ عظیم انقلاب مکمل ہوا بلکہ عرب سے باہر کام کا آغاز آپؐ نے اپنے دست مبارک سے کیا۔ اور پھر یہ ذمہ داری امت کے سپرد کی۔ دوسری بات یہ کہ اب وقت کے دریا میں بہت سا پانی بہہ گیا ہے اور حالات میں بہت تبدیلی آ چکی ہے لہٰذا اس وقت ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ انقلاب پر جوں کا توں عمل کیا جائے گا یا اس کے لئے کسی اجتہاد کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں اوپر بیان کئے گئے پہلے پانچ مراحل میں قطعاً کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ آخری مرحلہ کے حوالہ سے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں ایک طرف کفار تھے اور دوسری طرف مسلمان لیکن اس وقت دونوں طرف مسلمان ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس وقت دونوں فریقوں میں صرف تعداد کے اعتبار سے فرق تھا۔ اِدھر 313 جانثار تھے تو اُدھر 1000 جانثار۔ باقاعدہ تربیت یافتہ اور مسلح فوج نہیں تھی۔ تعداد کا فرق تھا نوعیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہ تھا۔

اور تیسری بات یہ کہ social evolution کے نتیجے میں آج اس بات کا امکان موجود ہے کہ بغیر جنگ کے حکومت تبدیل ہو سکتی ہے۔ تو پھر اب دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک الیکشن دوسرا احتجاج (agitation)۔ الیکشن کے نتیجے میں نظام نہیں بدلا کرتا صرف اس نظام کو چلانے والے ہاتھ بدل جاتے ہیں۔ الیکشن چاہے کتنا ہی منصفانہ ہو نظام نہیں بدل سکتا۔ آپ کے ملک میں جاگیرداری نظام چل رہا ہے تو الیکشن کے نتیجے میں کوئی جاگیردار ہی آئے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام ہے تو سرمایہ دار ہی آئے گا۔ یہ لوگ حکومت اور اقتدار میں آ کر کبھی اس نظام کو نہیں بدلیں گے۔

اب ایک راستہ باقی ہے وہ یہ کہ پُرامن منظم عوامی تحریک جو توڑ پھوڑ نہ کرے' کسی سرکاری یا غیر سرکاری املاک کو نقصان نہ پہنچائے۔ خود جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کو میں یکطرفہ جنگ کہا کرتا ہوں۔ یہ جنگ ہی ہے کہ ہم نے منکرات کو ختم کرنے کے لئے آپ سے بہت درخواستیں کیں لیکن اب ہمارے جیتے جی یہ نہیں ہو سکے گا۔ یہ بینک ہم نہیں چلنے دیں گے۔ گھیراؤ کریں گے اور سسٹم کو بلاک کر دیں گے۔ چلاؤ ہم پر گولیاں۔

میرے خیال میں اس وقت یہی قابل عمل طریقہ ہے اگر ہم مشتعل ہو کر اسلحہ اٹھائیں تو کس کے خلاف اٹھائیں گے۔ فوج' ایئر فورس یا نیوی کے خلاف' لہٰذا اب دو طرفہ جنگ ممکن ہی نہیں ہے وہ بھی مسلح اور تربیت یافتہ افواج کے ساتھ۔ یاد رکھئے! کہ اس موقع پر جنگ حرام نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے مطابق کلمہ گو حکمران کے خلاف بھی لڑ سکتے ہیں۔ جنگ جائز ضرور ہے لیکن اس وقت موزوں (feasable) نہیں ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں آخری مرحلے پر پُرامن اور منظم عوامی تحریک سے ہی ملک میں اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے ورنہ ہر شخص کا خلوص و اخلاص اپنی جگہ' کامیابی ممکن نہیں۔

❀❀❀

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❀ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟

❀ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

❀ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I' II' III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز 'قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

دعائے مغفرت

1۔ بہاولپور سے ہمارے دیرینہ رفیق تنظیم میر عبدالعزیز صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے ہیں۔

2۔ تحریکِ ختم نبوت کے مشہور رہنما مولانا محمد رمضان علویؒ کی اہلیہ اور حافظ عزیز الرحمٰن' حافظ عتیق الرحمٰن' مولانا سعید الرحمٰن علوی (مرحوم)' مولانا حافظ عبدالرحمٰن علوی اور قاری ابوبکر خالد کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

جملہ احباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بانی تنظیم کا ماہانہ دورۂ پشاور

بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا گذشتہ چار ماہ میں یہ تیسرا دورہ تھا۔ اس بار اوقاف آڈیٹوریم کی بجائے شہر کے وسط میں موجود نشتر ہال کا انتخاب کیا گیا تھا۔ منتخب نصاب کا آغاز سورۃ العصر موضوع خطاب تھا' اسی مناسبت سے پورے شہر میں بینرز' پینگر بینرز' بورڈ' کارڈز' پمفلٹ اور خصوصی دعوت ناموں کے علاوہ ذاتی رابطے' ٹیلی فون اور ای میل پر سامعین کو دعوت دی گئی۔ 4 جولائی کو صبح 6 بجے سے شام 6 بجے تک ''حسبہ ایکٹ مباحثہ'' اسی نشتر ہال میں جاری رہا جس میں وزراء اور دیگر عمائدین معروف گفتگو رہے' نتیجتاً ہال کی تیاری کے لئے رفقاء کو بہت کم وقت ملا' لیکن اس مختصر وقت میں تمام رفقاء نے ہال اور نشتر ہال کی عمارت کو قرآن و حدیث والے خوبصورت بینرز سے سجا دیا۔ بعد از نماز اعصر سے پہلے ہی لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ بعد مغرب جب پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا تو نشتر ہال اپنی وسعت کے باوجود تنگیٔ داماں کا شکار نظر آیا۔ جب سامعین سیڑھیوں پر بھی بیٹھ گئے تو سٹیج کے سامنے زمین پر اور سٹیج کے اوپر بھی دریاں بچھا دی گئیں۔ خواتین کے لئے مخصوص جگہ بھی کم محسوس کی گئی۔ تلاوت قرآن پاک اور صدر انجمن خدام القرآن سرحد ڈاکٹر محمد اقبال صافی صاحب کی مختصر گفتگو کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

آپ نے انسان کی کامیابی و ناکامی کے معیارات پر روشنی ڈالی اور قرآن و احادیث سے ثابت کیا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ العصر تین آیات پر مشتمل مختصر ترین تین سورتوں میں سے ایک ہے اور جامع ترین سورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کے پاس سب سے بڑی دولت ایمان حقیقی ہے اگرچہ اقرار باللسان کی اہمیت مسلّم ہے لیکن اخروی نجات کا سبب تصدیق بالقلب ہی ہے' اور یہی دلی یقین انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے اور جب ایک مومن نیک و صالح اعمال درست طریقے یعنی سنت نبوی ﷺ سے ادا کرتا ہے تو حق بات کہنے کی پاداش میں ہر قسم کی تکالیف آ کر رہتی ہیں۔ ایک مسلمان ذاتی و گروہی تعصبات سے بالاتر ہو کر اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے ہر قسم کی قربانی کے کئے تیار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کم از کم یہ چار شرائط پوری کر رہا ہے تو وہ نجات کے کم از کم لوازم کو پورا کر رہا ہے' بالفاظ دیگر 33% نمبر لے کر پاس ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کی تفاصیل آئندہ خطاب 4 اگست کو ان شاء اللہ بیان ہوں گی۔ حاضرین نے قریباً پونے دو گھنٹے پر محیط اس خطاب کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنا۔ اس کے بعد نماز عشاء باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد قریباً 35 منٹ تک مختلف سوال و جواب کئے گئے جن کے جوابات محترم ڈاکٹر صاحب نے دیئے۔ اس موقع پر خواتین و حضرات کے لئے علیحدہ علیحدہ کتب و کیسٹ و CDs کے سٹال بھی لگائے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت دین کے ثمرات کما حقہ سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(انجینئر طارق خورشید' نائب ناظم' شعبہ نشر و اشاعت' پشاور)

تربیت گاہ نقباء بمقام میاندم (سوات)

نقباء کی تربیت کا یہ پروگرام جمعرات 8 جولائی تا 11 جولائی منعقد ہوا' جس میں تقریباً 30 نقباء نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز نماز عصر کے بعد ناظم تربیت محترم شاہد اسلم صاحب کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ شرکاء سے تعارف کے بعد ''حکمت و دعوت و تبلیغ خاندان/احباب عوام الناس'' کے موضوع پر محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے جامع گفتگو فرمائی۔ شرکاء کو اس خطاب کے ہینڈ آؤٹ بھی دیئے گئے۔ محترم شجاع الدین صاحب اس پروگرام میں بطور مدرس کراچی سے تشریف لائے تھے۔ تلاوت تجوید کی کلاس تربیت گاہ کے تینوں روز باقاعدگی سے نماز فجر کے بعد منعقد ہوئی' اس کلاس کے مدرس حافظ خالد محمود خضر صاحب تھے۔ انفرادی زندگی میں ''عبادات'' کی اہمیت پر محترم شجاع الدین صاحب نے ایک سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ یہ پروگرام جمعہ 9 جولائی بوقت سوا آٹھ بجے تا ساڑھے نو بجے تک جاری رہا۔ جس کے بعد محترم پروفیسر حافظ محمد اشرف صاحب نے انفرادی زندگی کے ایک اور اہم گوشے یعنی ''معاملات'' پر قرآن و سنت کی روشنی میں لیکچر دیا' چائے کے وقفہ کے بعد گیارہ تا بارہ بجے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی اہمیت اور فضیلت پر محترم شجاع الدین صاحب نے گفتگو فرمائی۔ نماز جمعہ کی تیاری' وقفہ طعام و آرام کے بعد شرکاء تربیت گاہ کے مختلف دعوتی گروپس تشکیل دیئے گئے' جنہوں نے دین کی دعوت کے ساتھ تنظیم کی تحریک فکر کے حوالہ سے گرد و نواح کی آبادیوں میں گشت کیا اور لوگوں کو دعوت دی۔ اس ضمن میں تقریباً 50 احباب سے رابطہ ہوا' جنہوں نے بہت مثبت ردعمل کا اظہار کیا۔ مغرب تا عشاء گشت کی کارگزاری بیان کی گئی۔

10 جولائی بروز ہفتہ محترم خلجی صاحب نے ''تنظیم اسلامی میں نقیب کا کردار' عملی مسائل و مشکلات اور ان کا ممکنہ حل'' کے حوالہ سے ایک مذاکرہ منعقد کیا' جس میں شرکاء تربیت گاہ نے بھرپور حصہ لیا۔ چائے کے وقفے کے بعد گیارہ تا بارہ بجے ''شرعی پردہ' امردوں کی قوامیت کے تقاضے'' جیسے حساس موضوع پر محترم شجاع الدین صاحب نے بڑی سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ نماز عصر تا مغرب دعوتی کام کی عملی ٹریننگ کے حوالہ سے شرکاء نے اپنے اپنے انداز میں لوگوں تک دعوت پہنچانے کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اس مقصد کے لئے ہر رفیق کو 10 تا 15 منٹ کا وقت دیا گیا۔

نماز مغرب تا عشاء ''نظام اسرہ خد و خال'' کے ضمن میں محترم خلجی صاحب نے تنظیمی ڈھانچے کی وضاحت کی۔ 11 جولائی بروز اتوار ناشتہ کے بعد صبح سوا آٹھ تا ساڑھے نو بجے محترم خلجی صاحب نے ''رپورٹنگ کا نظام'' کی وضاحت کی' اور شرکاء کو اپنے نئے فارمز سے متعارف کروایا جن کی مدد سے نقباء اسراجاتی رپورٹس نظم بالا تک پہنچاتے ہیں۔ ساڑھے نو تا ساڑھے دس بجے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے ''ماتحت رفقاء کے نظم بالا سے متعلق تعلق'' کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد امیر محترم نے اپنے پچھلے موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے ''نظم بالا کے ماتحت رفقاء سے تعلق'' کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح فرمایا۔

تربیت گاہ کا اختتام شرکاء کی تجاویز و مشوروں پر ہوا۔ جس کے بعد ناظم تربیت محترم شاہد اسلم صاحب نے اختتامی کلمات سے اس پروگرام کا باقاعدہ اختتام کیا۔

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کی سرگرمیاں

مولانا غلام اللہ حقانی' ناظم دعوت نے گاؤں تھانہ کا دورہ کیا۔ سید فضل ربی شاہ نے نماز ظہر کے بعد مسجد منصور خان تھانہ میں اعلان کیا۔ نماز کے بعد مولانا صاحب نے ''الیکٹرانک میڈیا دعوت حق کا موثر ذریعہ'' کے موضوع پر مدلل تقریر کی۔ آپ نے کہا کہ موجودہ دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا پر بھی یہود کا قبضہ ہے اور مسلمان نوجوانوں کو خصوصاً گمراہی کے دلدل میں دھکیل رہے ہیں' جبکہ مسلمان اس طرف توجہ نہیں دیتے اور اس فتنے میں خس و خاشاک کی طرح بہہ رہے ہیں۔ اگر ہم دعوت حق کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں تو الیکٹرانک میڈیا کا بھرپور استعمال ضروری ہے اور ہم صرف اسی صورت میں دعوت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ تقریر کے بعد مقرر نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔

دورہ کبل سوات: محمد صدیق صاحب کے ماموں کی وفات کی فاتحہ خوانی کے لئے مولانا صاحب سوات تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سید فضل ربی شاہ صاحب بھی تھے۔ شریف آباد مسجد میں سید فضل ربی شاہ کے اعلان کے بعد غلام اللہ صاحب نے ''نظام حق اور نظام باطل کے ٹکراؤ میں ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے کہا کہ امت مسلمہ کی ذلت اور خواری کی سب سے بڑی وجہ شہادت حق کی ذمہ داری سے پہلوتہی ہے۔ ہم نے دین کو محدود کر دیا ہے اور جڑ کی بجائے شاخوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہر ایک نے اپنی مرضی کے مطابق راہ نکالی ہے جبکہ دین کی اصل روح سے اکثر مسلمان بے خبر ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دین کو سیکھیں اور اس پر خود عمل کر کے نمونہ پیش کریں اور پھر نظام خلافت کے قیام کے لئے کوشش کریں۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف بھی کیا گیا۔

(رپورٹ: شیر محمد' سید فضل ربی شاہ' تھانہ ملاکنڈ ایجنسی)

ماہانہ شب بسری مروٹ حلقہ بہاولنگر

اس پروگرام کے لئے امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب کی قیادت میں چار لوگوں پر مشتمل ایک گروپ ہارون آباد سے مروٹ روانہ ہوا۔ راقم بھی اس میں شامل تھا۔ یہ پروگرام 17 جولائی بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب شروع ہوا۔ پروگرام کا آغاز ناظم تربیت جناب ذوالفقار علی صاحب کے درس قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد گروپس کی شکل میں ایمان مجمل اور ایمان مفصل کا ترجمہ دہرایا گیا۔ نماز عشاء کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد محترم امیر حلقہ نے عبادت رب کے موضوع

پر درسِ قرآن دیا۔ جو کہ ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ حاضرین کی تعداد 55 سے زائد تھی۔ پھر آرام کے لئے رفقاء کو ہدایت کی گئیں۔ نماز تہجد کے لئے صبح سوا تین بجے جگایا گیا اور رفقاء کو نماز مع ترجمہ سکھائی گئی۔ پروگرام کا اختتام درس حدیث پر بعد از نماز فجر ہوا' مدرس تھے ذوالفقار علی صاحب۔ آخر میں انہوں نے دعائیہ کلمات کے ساتھ پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا۔

(رپورٹ: آصف لطیف' ہاؤسنگ کالونی ہارون آباد)

امیر حلقہ سندھ زیریں سید نسیم الدین صاحب کی رکن قومی اسمبلی و امیر جماعت اسلامی سندھ محترم اسد اللہ بھٹو صاحب سے ملاقات

7 جولائی کو کراچی میں یہ ملاقات جماعت اسلامی سندھ کے دفتر واقع جامع مسجد قبا گلبرگ میں ہوئی۔ ملاقات میں ملکی و بین الاقوامی حالات' نیز نفاذ اسلام کے حوالے سے مجلس عمل کے لائحہ عمل پر گفتگو ہوئی۔ سید نسیم الدین صاحب نے انہیں تنظیم اسلامی کے طریق کار سے آگاہ کیا' نیز ان کی خدمت میں بانیٔ تنظیم کے خطاب پر مشتمل کتابچہ ''پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات و خدشات اور بچاؤ کی تدابیر'' پیش کیا۔ ملاقات بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ محترم اسد اللہ بھٹو صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اُن (امیر حلقہ) کے خیالات اور ان کی آمد کے مقصد کو متحدہ مجلس عمل کے اکابرین کے سامنے رکھیں گے۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

ماہ جولائی میں تنظیم اسلامی اسلام آباد جنوبی کی دعوتی سرگرمیاں

مورخہ 17 جولائی کو بعد از نماز مغرب آصف صدیقی صاحب کی رہائش گاہ پر آئی ایٹ غربی اسرہ کے زیر اہتمام درسِ قرآن منعقد کیا گیا۔ آئی ایٹ دن کے رہائشیوں کو ہینڈ بل اور ذاتی رابطے کے ذریعے اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس درس کے لئے ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی صاحب کو موجودہ حالات پر قرآنی آیات کی روشنی میں رہنمائی پر گفتگو کی ذمہ داری عائد کی گئی۔ جسے انہوں نے بڑے احسن طریقے سے انجام دیا۔

سورۃ الحدید کی آیات کی روشنی میں انہوں نے بتایا کہ انسان کو جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دیا ہے اسے اس کے دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرے۔ خاص طور پر انہوں نے واضح کیا کہ موجودہ زمانے میں وقت اور صلاحیت مل کر مال و دولت کے مساوی حیثیت اختیار کر گئے ہیں' اس لئے اپنا مال اور وقت اور صلاحیتیں تمام اللہ تعالیٰ کے نظام عدل وقسط کے قیام کے لئے خرچ کرنے میں ہی فلاح ہے' ویسے تمام اموال کا حقیقی وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس پروگرام میں مقامی امیر آئی ایٹ مشرقی اور غربی دونوں اُسروں کے رفقاء کے علاوہ تقریباً ساٹھ افراد نے شرکت کی۔

دوسرا پروگرام بھی خالد محمود عباسی صاحب کے درسِ قرآن پر مشتمل تھا۔ یہ پروگرام تنظیم اسلامی اسلام آباد جنوبی کے معتمد جناب رانا عبدالغفور کی رہائش گاہ پر 24 جولائی کو منعقد ہوا۔ اس درس کی دعوت کے لئے رانا صاحب نے لوگوں کو بار بار یاد دہانی کرائی۔ دونوں قریبی مساجد میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ نماز مغرب کے بعد عباسی صاحب نے دل گداز انداز میں اُخروی فلاح کے لئے حاضرین کی قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔ اس پروگرام میں بھی تقریباً 60 افراد نے شرکت کی۔

(رپورٹ: شاہد ضیاء)

حلقہ خواتین کا دعوتی پروگرام

آئی ایٹ دن میں بروز ہفتہ 17 جولائی کو بعد از نماز عصر راولپنڈی میڈیکل کالج کی طالبات کے لئے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ سورۃ العصر کی روشنی میں راہِ نجات کے موضوع پر مسز ریاض نے بڑی تفصیل سے آگاہ کیا کہ اس دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ہمیں ہمیشہ کی زندگی کیلئے محنت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں میڈیکل' انجینئرنگ اور دوسرے جدید علوم کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا بلکہ ہمارے اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ یہ پروگرام راقم کے گھر پر منعقد ہوا اور اس میں حاضرین کی تعداد تقریباً پندرہ تھی۔

(رپورٹ: شاہد ضیاء)

منتخب تحریکی نظم

یومِ آزادی

14 اگست 1947ء

رحمٰن کیانی

یہ وہی دن ہے یارو! کہ جس روز ہم — ساتھ قائدؒ کے اپنے ملائے قدم
سبز پرچم پہ نظریں جمائے ہوئے — اپنے سینے سے قرآن لگائے ہوئے
مال و زر چھوڑ کر بام و در چھوڑ کر — خون میں ڈوبے ہوئے ہمسفر چھوڑ کر
شہرِ اغیار سے مسکراتے ہوئے — حمد پڑھتے ہوئے' نعت گاتے ہوئے
مثلِ بادِ بہاری چلے آئے تھے
آمدِ فصلِ گل کی خبر لائے تھے
یہ وہ منزل ہے جس کے لئے عمر بھر — کارواں' کارواں' رہگزر' رہگزر
ایک پوری صدی روز و شب مستقل — اہلِ فکر و نظر اور اربابِ دل
ہاتھ میں ہتھکڑی' پاؤں میں بیڑیاں — آپ اپنی اٹھائے ہوئے سولیاں
ہر قدم اک نیا زخم کھاتے ہوئے — ہر نئے موڑ پر سر کٹاتے ہوئے
تنگ و تاریک راہوں پر چلتے رہے
فاصلے قربتوں میں بدلتے رہے
یہ وہی صبح ہے جس کے خورشید کو — ہم نے دیکھا ابھرتے ہوئے دوستو!
اپنی جلتی ہوئی بستیوں کی قسم — اور اجڑی ہوئی کھیتیوں کی قسم
آبرو کی قسم' عزتوں کی قسم — اپنی لٹتی ہوئی عصمتوں کی قسم
بربریت کے رقصِ جنوں کی قسم — دودھ پیتے شہیدوں کے خون کی قسم
ایک اندھے تعصب کی دیوار سے
پندرہ لاکھ لاشوں کے انبار سے
یہ وہی گھر ہے جس کے لئے محترم — قائدوں نے کہا تھا خدا کی قسم
جہل و افلاس کے' نسل اور ذات کے — وجہِ تفریقِ ملت ہر اک بات کے
اس میں موجود سارے صنم توڑ کر — بُت پرستوں کو بیرونِ در چھوڑ کر
اپنے گھر سے باہر کی دیوار تک — فرش سے بام و در اور مینار تک
پھر حرم کی طرح سے بنائیں گے ہم
طرزِ یثرب میں اس کو سجائیں گے ہم
یہ وہ دن ہے' وہ منزل' وہ گھر بھی مگر — اہلِ فکر و نظر! الاماں' الحذر!
قوم کے محترم رہبروں کی قسم — ملک کے معتمد نوکروں کی قسم
انجمن ساز دانشوروں کی قسم — وقت کے صادقوں' جعفروں کی قسم
بے ردا عورتوں کے سروں کی قسم — چند نو دولتے مسخروں کی قسم
جنسِ اسلام کم یاب و نایاب ہے
خوابِ اقبالؒ یارو ابھی خواب ہے

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

ضرورت رشتہ

22 سالہ پنجابی فیملی' بی ایس سی' خوش شکل' دراز قد' امور خانہ داری اور دینی تعلیم سے آراستہ لڑکی کے لئے' تعلیم یافتہ برسرِ روزگار دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
کراچی کے رہائشی رابطہ کریں۔
کراچی موبائل: 0300-248850б

if they wanted to establish Islamic state, Saddam was not only a secular Baathist, a legitimate target but also much weaker than the US and its allies. Why were they not reacting the way they are reacting now? Why did they not blow themselves from limb to limb then? The reason is that it is not Islam that calls them to react specifically in this manner. It is the US policies that has resulted in at least 1000 (Official count) dead GIs. One needs to think over all this outside the influence of "mainstream" media.

The evidence regarding 9/11 is therefore necessary because it would show that everything great, good, efficient, fair and honorable in not necessarily "American" or "western"; or everything mean, bad, blundering, cheating and dishonorable is "Islamic," a bad taste is "fundamentalist"; and the evil is "Islam." The changes of theme are continually rung in picture and story, in newspaper heading and moving-picture, in sermons and school book, until, of course, the King can do no wrong - the US is always right and a Muslim has no rights which an American or a westerner is bound to respect.

Only production of evidence on the part of US can eliminate anti Americanism in the Muslims world and reduce in the non-Muslim world the necessary despising and hatred of these savage half-men, known as Muslims. The US may not do so because it will stop the crusade in its track, whereas there are people at all levels in the US who want to the crusade to continue until they must win. [4] The same may well be the real perpetrators.

Notes

[1]http://www.icssa.org/mainstream_fascism.htm

[2] Unanswered questions about 9/11: http://www.icssa.org/9-11%20Questions.htm

[3] WILLIAM J. BROAD, "A NATION CHALLENGED: THE SPORES; Terror Anthrax Resembles Type Made by U.S. ," New York Times, Late Edition - Final , Section A , Page 1 , Column 1, December 3, 2001, Monday,

Also see the latest information: "9/11 and Anthrax:FRAMING ARABS" at http://www.whatreallyhappened.com/framingarabs.html

[4] Earl H. Tilford, "A Crusade we must win," Jewish Press on the Web, 7/28/2004 http://www.jewishpress.com/news_article.asp?article=4010

زیر اہتمام
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
داخلے جاری ہیں
قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس
لاہور بورڈ سے الحاق شدہ (Affiliated)

FA Arts Group
FA Gen. Science
I.Com Banking Com...
ICS Math + Stat Computer Sci...
ICS Math + Physics Computer Scie...
BA Economics + ... & Other Combi...

نگران وسرپرست ڈاکٹر اسرار احمد

□ معیاری نصابی تعلیم
□ پُرسکون باوقار علمی ماحول
□ دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام

موقع پر تشریف لا کر کالج کی عمارت، لائبریری، کمپیوٹر لیب، کالج ہاسٹل اور شاندار ''قرآن آڈیٹوریم'' کا معائنہ بھی کیجئے۔ کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 روپے میں حاصل کیجئے

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کی جانب سے گیارہویں جماعت (فرسٹ ایئر) برائے تعلیمی سال 2004ء۔2006ء کا داخلہ شیڈول جاری ہوگیا ہے۔ جس کی تفصیلات یہ ہیں:

(1) عام داخلہ بغیر لیٹ فیس (10 جولائی تا 26 جولائی 2004ء)
(2) لیٹ فیس 20 روپے کے ساتھ داخلہ (27 جولائی تا 10 اگست 2004ء)
(3) لیٹ فیس 300 روپے کے ساتھ داخلہ (11 اگست تا 11 ستمبر 2004ء)
(4) 10 جولائی تا 10 اگست داخل کئے گئے طلباء/ طالبات کی رجسٹریشن ریٹرن فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ مورخہ 9 اکتوبر 2004ء ہے۔
(5) 11 اگست تا 11 ستمبر تک داخل کئے گئے طلبا/ طالبات کی رجسٹریشن ریٹرن فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ مورخہ 13 ستمبر 2004ء ہے۔

مزید تفصیلات پراسپکٹس دیکھیں

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس 191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
TEL : 5860024 FAX: 5834000
E-mail: college@tanzeem.org

ذہین اور مستحق طلباء کے لیے وظائف کی خصوصی سہولت
700 نمبروں سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کے لیے 100%،
600 نمبروں سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کے لیے 50% اور
550 نمبروں سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کے لیے ماہانہ فیس میں 25% رعایت

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

☆ واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کردی جائے ــــــ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

☆ کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو ماہ ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس
36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون:5869501-03) courses@tanzeem.org

Regd. No. LPL-50 No. 31

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Evidence Still Matters

"Our lives begin to end the day we become silent about things that matter."----

Martin Luther King

In response to the column "Fascism goes mainstream," [1] a reader writes: "Can you tell me, with all my respect, how do you want Americans to love Islam after 3,000 were killed in behalf that name? I think you have to prove without reasonable doubt that Islam has nothing to do with 9/11 or just accept that it is the obvious result of the spiral of violence."

Here is the classic example of a mindset subjected to the "mainstream" onslaught. This is what happens when we hide things that matter. In this case it is the evidence that the US hides: The evidence about the Taliban's crimes against the US, the evidence about the perpetrators of 9/11, the evidence about Islam as the culprit.

Interestingly, such a mindset demands the accused to prove innocence without any reasonable doubt and ignore all questions. [2] There is much ado about the US and UK lies about the yet to be found WMD. However, there is a complete silence about evidence related to 9/11, which is the root of the increasing tensions. The result is that not only Muslims are considered guilty, but Islam is also in the dock and required to prove its innocence.

Among the analysts looking for peace among civilizations, there is no desire to protect Osama or the Taliban, or establish their innocence. They may very well be complicit in the attacks in the US. But withholding evidence, if there is any, or urging the US senate to "limit" inquiries, of coming us with a 9/11 Commission's report that is totally silent about establishing as to who was responsible and on what basis, shows the story is not as simple as we are told to believe. We must ask for the evidence, not to exonerate Osama, but de-frame Islam and its close to 1.5 billion adherents.

Imagine the public reaction in the US if, instead of President Bush, any of the Muslim leaders had claimed in two public appearances to have seen the first plane hit the first tower on television on September 11, before the 2nd tower hit. The significance of this is that no one in the world had seen a plane hitting the first tower at that time on television.

This significance has, however, lost its value because Mr. Bush is not a Muslim, and the public has assumed that no non-Muslim could perpetrate a crime of this magnitude. Many other aspects on the public record clearly prove that Bush and his company had prior knowledge. Despite that if a crime occurs, it is no less than complicity. Whatever evidence surfaces to the end is instantly killed under the label of conspiracy theories.

The US intelligence could put the blame for 9/11 on the shoulders of the Taliban and Al-Qaeda within hours after the attack. However, no one has been held responsible for the Anthrax mailing so far. Were not these mailings part of the long chain of dirty tricks to not only unite the nation behind the Administration's war effort, but also literally shut down any possible inquiries? Imagine the public reaction if, instead of confirming the US military strain, the New Science Journal and New York Times had come out to say the Anthrax belonged to Iranian facilities. [3] Imagine the horror, if, instead of an American University, San Francisco Chronicle had reported any University in the Muslim world destroying its anthrax spores at such a critical stage of investigation.

Instead of providing the world with solid evidence about the September 11 crimes, Mr. Bush urged Senate Leader to "limit" his inquiry on January 29 (CNN report, January 30 at 10:09:24 EST). It was followed by Dick Cheney's call to Daschle to make the same request. Normally, with such a terrible thing, various leads and tracks appear that are then commented on by the investigators, the media, the government. In the case of 9/11, this has not been the case at all.

Various theories have been put forward to prove that the US played the whole drama for more oil and more natural resource. The truth however is that until the US government comes up with concrete evidence for justifying the "war on terrorism," Muslims would continue to doubt its intentions and non-Muslims would doubt Muslims and Islam.

The maze of unprecedented post-September 11 events -- like the show of US military force in Afghanistan and Iraq, the Israeli carnage in the occupied territories, the Indo-Pak nuclear brinkmanship, the US and Israeli plans to attack Iran - must not divert our attention from demanding evidence about who in fact planned September 11.

Arabs could be the ones who hijacked the plans, but who sponsored them? Who gave them protective cover? Who facilitated all operations till the planes hit their respective targets? Was it really Al-Qaeda, or people who pronounce it al-qaeeeda? Exposure of the reality would certainly fail the years long anti-Islam theory and its aims which has worked itself through warp and woof of the daily American thought with a thoroughness that few realize.

As for blaming Islam is concerned, even if we believe the 9/11 official story, the US policy is more responsible for the inhuman reaction of the perpetrators than Islam. Islam does not teach these things (read the Qur'an) but whatever the US and Israel has done to Muslims, violent reactionaries among any people will react like this. Imagine if any country occupy the US for more than a century. Remember the American reaction to the British occupation! Is there any Muslim country that is free from the US direct or indirect occupation and interference?

It is easy to believe the official point of view but it is even easier to imagine feelings of those who have been pushed against the wall for decades. Take the example of Iraq. The US was expecting red carpet welcome there, thinking Iraqis have forgotten the US imposed Saddam and sanctions and "shock and awe." Everyone sees how the GIs are welcomed and what lies ahead.

There are resistance fighters. There are those whose loved ones lost their lives to the US sanctions and bombings. There are reactionaries, but there are no exclusive "Islamist" or "Islamic terrorists," who purely struggle to establish Islam. If these reactionaries were in love with Islam alone,